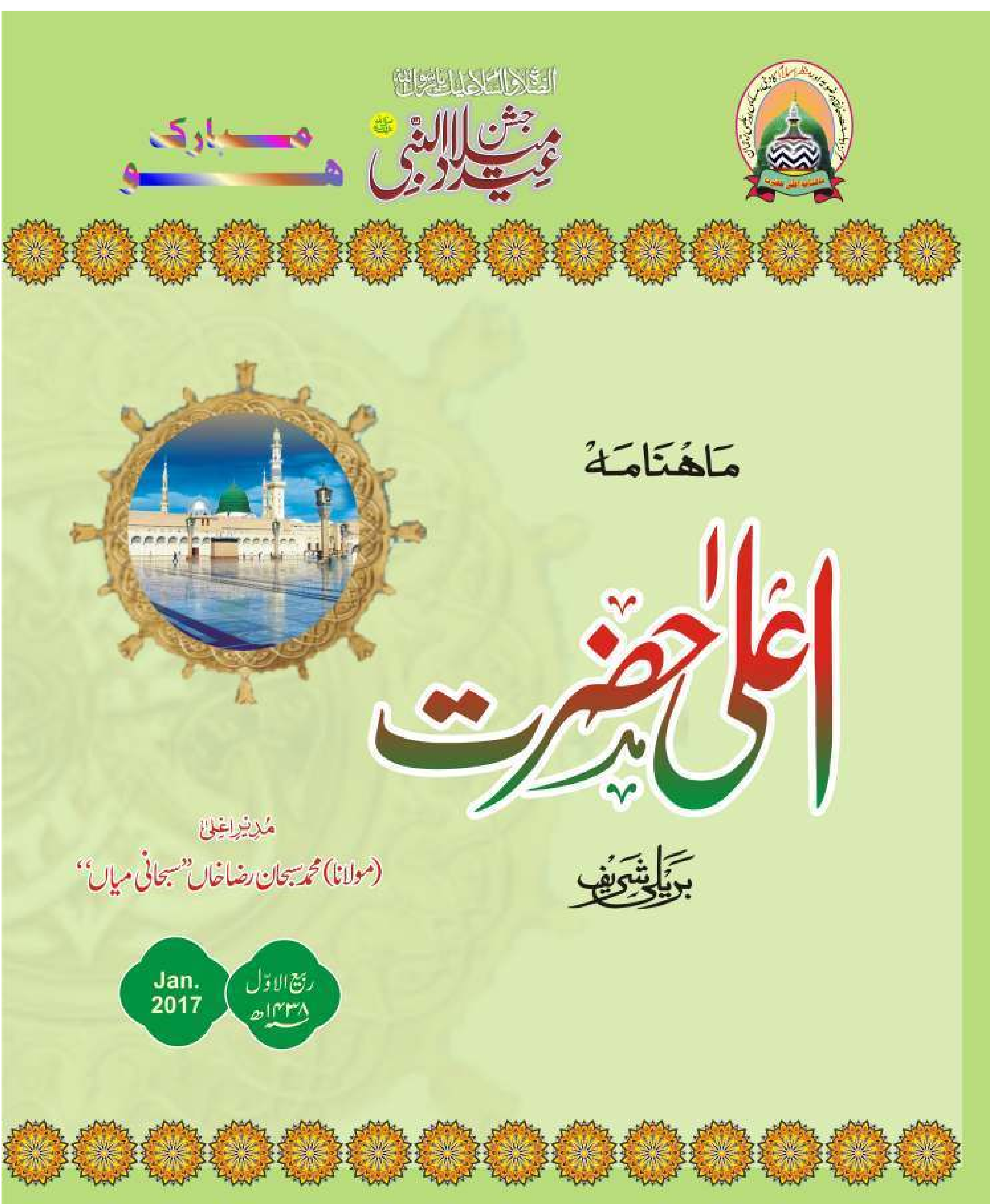
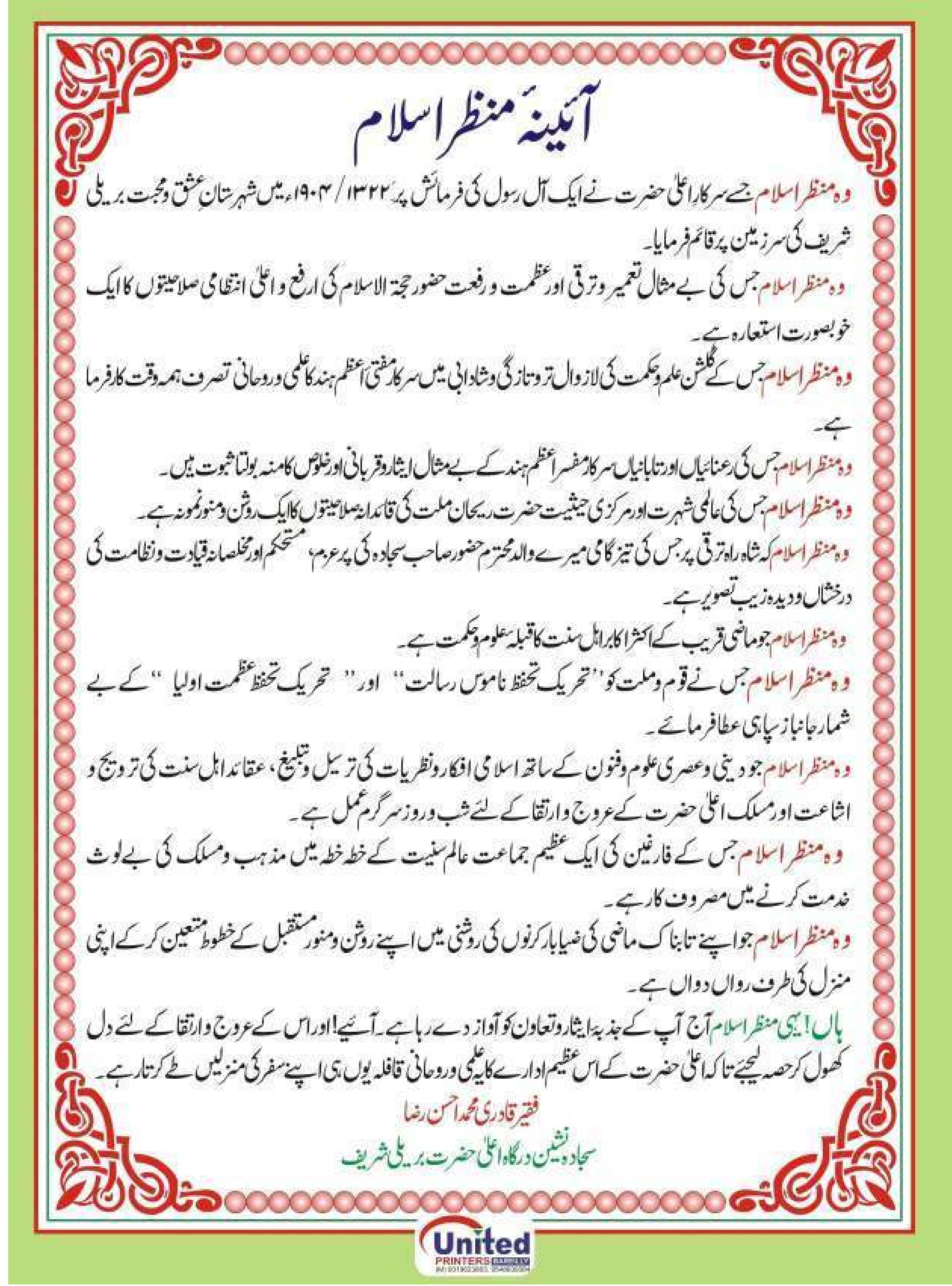


الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
جشن عید میلاد النبی ﷺ
مبارک ھو
ماھنامہ
اعلیٰ حضرت
بریلی شریف
مدیر اعلیٰ
(مولانا) محمد سبحان رضا خاں "سبحانی میاں"
Jan. 2017
ربیع الاول ۱۴۳۸ھ



آئینۂ منظر اسلام

وہ منظر اسلام جسے سرکار اعلیٰ حضرت نے ایک آل رسول کی فرمائش پر ۱۳۲۲/ ۱۹۰۴ء میں شہرستان عشق ومحبت بریلی شریف کی سرزمین پر قائم فرمایا۔

وہ منظر اسلام جس کی بے مثال تعمیر وترقی اور عظمت ورفعت حضور حجۃ الاسلام کی ارفع واعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کا ایک خوبصورت استعارہ ہے۔

وہ منظر اسلام جس کے گلشن علم وحکمت کی لازوال تروتازگی وشادابی میں سرکار مفتی اعظم ہند کا علمی وروحانی تصرف ہمہ وقت کارفرما ہے۔

وہ منظر اسلام جس کی رعنائیاں اور تابانیاں سرکار مفسر اعظم ہند کے بے مثال ایثار وقربانی اور خلوص کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

وہ منظر اسلام جس کی عالمی شہرت اور مرکزی حیثیت حضرت ریحان ملت کی قائدانہ صلاحیتوں کا ایک روشن ومنور نمونہ ہے۔

وہ منظر اسلام کہ شاہ راہ ترقی پر جس کی تیز گامی میرے والد محترم حضور صاحب سجادہ کی پرعزم، مستحکم اور مخلصانہ قیادت ونظامت کی درخشاں ودیدہ زیب تصویر ہے۔

وہ منظر اسلام جو ماضی قریب کے اکثر اکابر اہل سنت کا قبلہ علوم وحکمت ہے۔

وہ منظر اسلام جس نے قوم وملت کو ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' اور ''تحریک تحفظ عظمت اولیا'' کے بے شمار جانباز سپاہی عطا فرمائے۔

وہ منظر اسلام جو دینی وعصری علوم وفنون کے ساتھ اسلامی افکار ونظریات کی ترسیل وتبلیغ، عقائد اہل سنت کی ترویج واشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے عروج وارتقا کے لئے شب وروز سرگرم عمل ہے۔

وہ منظر اسلام جس کے فارغین کی ایک عظیم جماعت عالم سنیت کے خطہ خطہ میں مذہب ومسلک کی بے لوث خدمت کرنے میں مصروف کار ہے۔

وہ منظر اسلام جو اپنے تابناک ماضی کی ضیا بار کرنوں کی روشنی میں اپنے روشن ومنور مستقبل کے خطوط متعین کرکے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

ہاں! یہی منظر اسلام آج آپ کے جذبۂ ایثار وتعاون کو آواز دے رہا ہے۔ آئیے! اور اس کے عروج وارتقا کے لئے دل کھول کر حصہ لیجیے تاکہ اعلیٰ حضرت کے اس عظیم ادارے کا یہ علمی وروحانی قافلہ یوں ہی اپنے سفر کی منزلیں طے کرتا رہے۔

فقیر قادری محمد احسن رضا

سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

فہرست

ہر ماہ انٹرنیٹ پر ماہنامہ اعلیٰ حضرت پڑھنے کے لیے کلک کریں ہماری اس ویب سائٹ پر۔

Website:-www.aalahazrat.in, E-mail:-subhanimian@yahoo.co.in

E-mail:-mahanamaalahazrat@gmail.com,saleembly@gmail.com

تشاویش

اداریہ:-قاری عبدالرحمٰن خان قادری، مدیر ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

نجدی حکومت کا ظالمانہ اقدام

ملت اسلامیہ کے لیے کتنے غم وافسوس کی بات ہے کہ کئی صحابہ کرام کی مقدس قبروں پر مشتمل تاریخی ''قبا قبرستان'' کو رمضان المبارک سے قبل سعودی عرب کی ظالم وستمگر اور آثار اسلامیہ کی دشمن نجدی حکومت نے بلڈوزر چلوا کر مسمار کر دیا۔اس عاقبت نا اندیش حکومت نے اقتدار میں آتے ہی ایسے ایسے ظالمانہ اور دل آزار اقدام کیے جس کے تصور ہی سے اہل سنت وجماعت سخت اضطراب و اضمحلال میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جنت البقیع ،جنت المعلیٰ اور شہدائے بدر واحد کے مزارات وقباجات کا انہدام اہل ایمان کے لیے کس قدر تشویشناک اور روح سنیت کے لیے کتنا تکلیف دہ ہے۔مزارات مقدسہ،مقامات متبرکہ اور آثار اسلامیہ کی زیارت ان کے نزدیک غیر اسلامی عمل ہے۔قابل غور ہے کہ جب نجدی دھرم میں آقائے کائنات،مختار دوجہاں ،افضل المرسلین،محبوب پروردگار، شفیع المذنبین ، ہادیٔ برحق جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ پاک کی زیارت تو بعد کی بات ہے زیارت کے لیے سفر کرنا تک درست نہیں ہے تو ان کے باطل مذہب میں دیگر بزرگوں کے مزارات پر حاضری کیونکر جائز وروا اور وجہ سعادت ہو سکتی ہے۔

قرآن وسنت پر عمل کا دعویٰ کرنے والے نجدی ملاّ بتائیں کہ یہ نظام اور اسلاف کے قبرستان کی مسماری کون سا مذہب اور کون سی شریعت ہے؟ دیگر مذہبوں کے ماننے والے اپنے مذہبی پیشواؤں کی نشانیاں سلامت رکھیں اور آپ اسلاف کی یادگاریں مٹائیں یہ کون سا طریقہ ہے؟ کون سا دین ہے؟ قرآن کریم کی کس آیت میں قبریں ڈھانے کا حکم ہے؟ پیغمبر اسلام نے کہاں قبریں مسمار کرنے کا حکم دیا ہے؟ آپ ان کے ماننے کا دعویٰ بھی کریں اور ان کی سنتوں کے خلاف چال چلیں یہ کون سا انصاف ہے؟ رسول پاک کی مبارک زندگی اہل اسلام کے لیے نمونۂ عمل ہیں۔کیا نجدیوں کو معلوم نہیں؟ کیا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت نہیں کی ہے؟ آپ اپنی والدۂ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر پاک پر تشریف نہیں لے گئے۔سرکار کے عہد پاک میں نہ کوئی قبر مسمار کی گئی ،نہ مسماری کا حکم دیا گیا۔لہٰذا قبروں پر جانا سنت اور مسمار کرنا سنت سے فرار اور شریعت سے عداوت ہے۔

حضرت آمنہ کو معاذ اللہ کافرہ کہنے اور لکھنے والے دریدہ دہن اور خدا نا ترس نجدی سوچیں کہ معاذ اللہ! اگر وہ کافرہ ہوتیں تو اللہ کے نبی ان کی قبر پر تشریف کیوں لے جاتے؟ نبی معصوم ہوتے ہیں اور کسی کافر کی قبر پر حاضری گناہ۔یہ نبی سے ممکن نہیں۔

ماضی قریب میں قبا قبرستان پر بلڈوزر چلا کر ڈھا دینا اور وہاں پارکنگ بنانا کتنا تکلیف دہ اور تشویش ناک سانحہ ہے۔اہل

عشق وعرفان سے پوچھئے؟ پھر ہرطرف اس سانحہ کے بعد خاموشی یہ مزید تکلیف دہ ہے۔نجدی حلقوں میں خاموشی ان کی بدعقیدگی ، رسول دشمنی اور اسلاف بیزاری کا زندہ ثبوت ہے۔وہ کیوں احتجاج کریں؟ جو ہوا ہے وہ ان کے باطل مذہب کے عین مطابق اور ان کے جھوٹے دین کے موافق ہوا ہے۔افسوس اہل سنت کے سکوت پر بھی ہے۔جس پیمانے پر احتجاج ہونا چاہیے ویسا نہیں ہوا۔کچھ حلقوں سے آواز اٹھی اور اٹھ کر رہ گئی۔مرکز اہل سنت بریلی شریف کی جانب سے اپیل کی جاتی ہے کہ اہل سنت اس موضوع پر بیدار ہوں اور اپنے اپنے طور پر روحانی خانقاہوں سے لے کر مدارس دینیہ تک۔منبر کے خطیب سے لے کر مسجد کے امام تک ہر خوش عقیدہ زندہ دل اور باحمیت مسلمان اس سلسلہ میں اپنے اپنے انداز میں احتجاج کرے۔ اہل قلم اخبارات وجرائد میں اپنے غم وغصے کا اظہار کریں۔غرض کہ ہر جانب، ہر جماعت، ہر مشرب اور ہر حلقے سے غم وغصے کا اظہار بھی ہو اور پُر زور احتجاج بھی۔اپنی حکومت کے ذریعہ سعودی حکومت سے قبا قبرستان کی بحالی نیز دیگر آثار مقدسہ کی تعمیر کا مطالبہ کریں۔سعودی سفارت خانے پر پُر امن احتجاج اور اپنے جائز اسلامی مطالبات کا میمورنڈم بھی دیں۔اگر سکوت کا قفل نہیں توڑا گیا اور احتجاج کا نقارہ نہیں بجایا گیا تو خطرہ ہے کہ مستقبل میں کہیں گنبد خضریٰ کی طرف بھی غلط نگاہیں نہ اٹھنے لگیں۔

یہ قاتل آج بھی شعلہ بکف ہے
بچاؤ دوستو اس سے نشیمن

فتنوں کی یلغار:-اہل سنت کی صفوں کا انتشار آج کل آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔جدھر دیکھئے رسّا کشی، جہاں جایئے اختلاف و تفرقہ۔چاہئے تو یہ تھا کہ اہل سنت کے علما و مشائخ اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام کر گستاخان رسالت اور منکرین عظمت اولیاء کا زبردست مقابلہ ومحاصرہ کرتے۔مگر بجائے اس کے یہ خود آپس میں دست وگریباں نظر آتے ہیں۔کسی کو کسی کا عروج وکمال اور ترقی و فلاح گوارا نہیں۔بجائے امداد باہمی کے۔تعاقب بے جا میں مبتلا۔ نہ خانقاہوں میں اتحاد، نہ مدارس میں ایکا۔حالات اتنے ناگفتہ بہ کہ خود اپنوں میں ہی خلاف سنت حرکات کی بہتات نظر آنے لگی۔روحانی خانقاہوں میں غیر اسلامی حرکات اور خلاف سنت اعمال کی کثرت صاف صاف دیکھئے۔گانے باجے اور ڈھول تاشے کا رواج ،اور عورتوں کا اژدہام، باہم مرد وزن کا اختلاط یہ وہ حرکات قبیحہ ہیں جن کی احادیث کریمہ میں شدّت کے ساتھ مذمت کی گئی۔عام جگہوں پر جب ان خرافات کی مذمت آئی ہے تو روحانی خانقاہوں میں یہ حرکتیں کس قدر قابل مذمت، لائق ملامت اور بزرگوں کے نزدیک تکلیف دہ اور خلاف مسلک حق ہونگی؟

ذرا غور کیجئے!وہ خانقاہیں جو روحانیت اور کرامات کا سرچشمہ اور صداقت وحقانیت کی علمبردار ہوتی ہیں۔جن کے فیضان عام سے عام وخاص کے صحن قلب میں انوار وتجلیات کی برسات ہوتی ہے۔دنیا دار خانقاہوں اور مکار و واہیات صوفیوں نے آج انہیں خانقاہوں کو دنیوی عیش وعشرت کی آماجگاہ اور اپنی شیطانی حوس کی تکمیل کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔بنام سنیت کتنی دوکانیں کھل گئیں، کتنے بازار گرم ہو گئے،کتنی سودا بازی ہونے لگی، کتنے نئے نئے راستے نکالے گئے یہ اہل ہوش وخرد اور جہاں دیدہ افراد پر مخفی نہیں۔کوئی

مسلک اعلیٰ حضرت کا مخالف،کوئی اصطلاح مسلک اعلیٰ حضرت کا منکر ،کوئی تعلیمات اعلیٰ حضرت سے گریزا ں،کوئی ان کی تحقیقی کتابوں کے مقابل نئی تحقیق کا جویاں،کوئی تمام مذاہب عالم کے اتحاد کا حامی۔ہونا تو یہ چاہیئے کہ تمام اہل سنت باہم ایک ہوکر امام اہل سنت کی ہی تعلیمات کے سامنے سرِتسلیم خم کر دیں۔وہ امام اہل سنت جس نے عقیدہ و ایمان کا تحفظ کیا۔جس نے سنیت کے ٹمٹماتے چراغ میں عشق رسول کا روغن ڈال کر اس کی بجھتی ہوئی لو کو تیز کیا۔جس نے گستاخان رسالت کا قلم حق رقم کی تیغ آبدار سے زبردست مقابلہ کر کے سنت اور سنیت کا دفاع کیا۔اسے اپنا قائد و امام و پیشوا مان کر اس کے مسلک حق کو (جو اس دور میں مسلک اہل سنت کا ہی دوسرا نام ہے) اپنا نمونۂ عمل اور راہ نمائے کامل مان لیتے ۔مگر اس کے برخلاف بہت سے مدارس دینیہ،خانقاہان سنیہ سے کیسی کیسی دل خراش آوازیں آرہی ہیں۔ ع

بات کہنے کی نہیں حال برا ہے اپنا

طاہر القادری کی بے راہ روی،اسلام دشمن عیسائیوں کے ساتھ کھلے عام میل ملاپ، گلے میں کفری صلیب ،حرام کو حلال اور حلال کو حرام ،بڑے بڑے ہندو پجاریوں اور مذاہب باطلہ کے علمبرداروں کو دعوت اتحاد دینا کس پر ظاہر نہیں۔علمائے حق ،علمائے ہند و پاک نے کن وجوہ کی بنا پر حکم شرع بشکل کتاب،منظر عام پر رکھا۔کون نہیں جانتا۔اس کے باوجود بہت سے لوگوں سے طاہر القادری کا تعلق خصوصی،اس پر اعتماد و اعتبار۔اس کے ادارے سے ہزاروں کی وابستگی آخر کیوں؟ یہ بات قابل غور ہے۔

جامِ نور کی غیر مسلکی روش،اس کے ساتھ ساتھ ایک اور فتنۂ ”سید سراواں“ جو تکفیر کے قائل ہی نہیں،اور اس طرح کی درجنوں مذموم حرکتوں کی یلغار اور جذبۂ انانیت سے سرشار ہوکر اعلیٰ حضرت کے مقبول و صادق مسلک حق سے فرار۔ایسے تشویش ناک ماحول میں علما و مشائخ کو چاہیئے کہ جذبۂ دینی سے سرشار ہوکر حمیت اسلامی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسلام و سنیت کے لیے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر میدان عمل میں اتریں اور ”انا“ کو ”فنا“ کے گھاٹ اتار کر تحفظ سنیت کے لیے پرخلوص دعوت و اصلاح و ارشاد کا فریضۂ منصبی انجام دیں۔ ؎

ایک ہو جاؤ تو بن سکتے ہو خورشید مبیں
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

جلسے جلوس:- آج کل جلسوں اور جلوسوں کی بڑی کثرت ہے۔جلسے واقعی عوام الناس کی اصلاح اور تبلیغ و ارشاد کا ایک اہم ذریعہ ہیں ۔جلسے کی بدولت ایک وقت میں ہزاروں افراد کو اجتماعی طور پر سنت کی تعلیم دی جاسکتی ہے۔زمانۂ ماضی میں جلسوں کی اتنی کثرت نہیں تھی مگر ان کا فائدہ صاف صاف نمایاں طور پر نظر آتا تھا۔ہر جلسے کی برکت سے اصلاح ہوتی تھی۔لوگ توبہ کرتے تھے۔ نمازی بنتے تھے۔علم و عمل کا شوق بیدار ہوتا تھا۔چہروں پر داڑھیاں آتی تھیں اور صحبت اغیار سے لوگ باز آتے تھے۔پہلے کی بہ نسبت آج جلسوں کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہے مگر فائدہ اتنا نہیں جتنا ہونا چاہیئے ۔آج کے جلسوں میں کچھ غیر مناسب اور ناپسندیدہ حرکات در آئی ہیں ۔فلمی گانوں کی طرز پر نعت رسول پڑھنا اور لمبی لمبی کھینچائی کر کے اپنا رنگ جمانا۔نہ لباس اسلامی نہ چہرہ با شرع ۔پھر کیسے

برکات وحسنات کے ثمرات نظر آئیں۔ بعض خطبا بھی ایسے جن کے حالات قابل نفرت، جن کے شب و روز عمل خیر سے خالی۔ جن کی تقریر سنجیدگی اور شرافت سے دور۔ جن کے بیان میں غیر مستند اور موموضوع روایات۔ جھوٹے اور غیر مفید لطیفوں کی بھرمار۔ جن پر اہل اسٹیج اور سامعین کی قہقہہ باری کا طومار۔ ہفتوں پہلے خوبصورت، دیدہ زیب پوسٹر منظر عام پر آیا۔ جس میں مقامات مقدسہ کے خوش منظر نقشے اور قباجات بھی۔ قرآنی آیات اور اسلامی عبارات بھی، اسمائے مبارکہ بھی اور دیگر اسلامی چیزیں بھی۔ اکثر یہ پوسٹر وہاں چسپاں کیے جارہے ہیں جہاں ان کی بے حرمتی کا امکان قوی سے قوی تر ہے۔ راستوں اور چوراہوں پر اور نالیوں کے اوپر دیواروں پر، چند ایام کے بعد جب یہ بوسیدہ ہو کر گرتے ہیں تو سیدھے گندی اور غلیظ نالی میں۔ کتنے پھٹے ہوئے پوسٹروں کو راقم الحروف نے گندی جگہوں پر پڑے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ نے بھی بارہا دیکھا ہوگا۔ بارش ہوتی ہے تو ان پوسٹروں کا پانی کہاں جاتا ہے؟ ذرا سوچئے! ان حالات میں اگر پوسٹر شائع کیے جائیں تو ان کی حفاظت اور بے حرمتی سے بچاؤ کی تدابیر بھی ہونا چاہئے۔ اندرون خانہ مساجد و مدارس میں پوسٹر لگائیں جائیں اور خیال رکھیں کہ اسمائے طیبہ، نقوش مزارات مقدسہ اور اسلامی عبارات کی بے حرمتی نہ ہو۔ پوسٹر کے علاوہ تشہیر کے اور بھی بہت سے ذرائع ہیں انہیں بروئے کار لایا جاسکتا ہے۔

ہم کوشش کریں کہ ہمارے جلسے زیادہ سے زیادہ بافیض، مفید و کارگر اور مؤثر و نفع بخش ثابت ہوں۔ جھوٹی تعریف اور بے جا ستائش سے بچیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں پیغام حق عوام تک پہنچانے کا جذبہ رکھیں۔ خالص اصلاح کے لیے جلسے کیے جائیں۔ نام ونمود اور شہرت وریاکاری سے اجتناب کریں۔ جلسے نے عوام کو کیا پیغام دیا اسے بھی پوسٹر یا فولڈر کی شکل میں شائع کر کے عام سے عام تر کرنے کی کوشش کریں۔ جلسہ کرنے والی کمیٹیاں پہلے خود عمل کی خوگر بنیں۔ اس لیے کہ داعی جب خود باعمل ہوتا ہے تو اس کی زبان وعمل میں بے شمار برکتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ؎

داعیٔ قوم کو خود راہ پہ آنا ہوگا
تاکہ یہ قوم بھی منزل کا منارا پائے

مشہور شاعر بیکل اتساہی نہ رہے

اردو شعر وسخن کی مشہور زمانہ ہستی، پدم شری ایوارڈ یافتہ اور سابق راجیہ سبھا ممبر الحاج محمد شفیع عرف بیکل اتساہی مؤرخہ ۲؍ دسمبر بروز جمعہ ۲۰۱۶ء کو اس دار فانی سے کوچ فرما گئے۔

آپ حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ کے بہت چہیتے مرید تھے۔ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت، سرکار مفتی اعظم ہند اور مشائخ بریلی سے آپ بے انتہا محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ آپ ایک صاحب دیوان شاعر تھے۔ نعتیہ مشاعروں کی آپ جان ہوتے تھے۔ آپ نے نعت و منقبت، بہاریہ غزلیں اور دوہے وغیرہ تقریباً ہر صنف شاعری میں امتیازی حیثیت حاصل کی۔ عرس رضوی کے موقع پر پہلے دن ہونے والے کل ہند مشاعرۂ نعت ومنقبت میں بھی آپ شرکت فرماتے تھے۔ مؤرخہ ۲؍ دسمبر بروز جمعہ ۲۰۱۶ء صبح ۴؍ بج کر ۱۹ منٹ پر آپ نے دہلی کے ایک ہسپتال میں آخری سانسیں لیں۔ اسی دن آپ کا جسد خاکی آپ کے آبائی وطن بلرام پور لے جایا گیا۔ جہاں ہزاروں عوام وخواص کی موجودگی میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ اس موقع پر منظر اسلام میں ایصال ثواب کی محفل منعقد ہوئی۔

ترجمہ: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

باب التفسیر

تفسیر :صدر الافاضل حضرت علامہ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمہ

پیش کش : مولانا ابرار الحق رحمانی مدھوبنی

ترجمہ: — اللہ تمہیں حکم دیتا ہے ۲۵ تمہاری اولاد کے بارے میں ۲۶ بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ۲۷ پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگر چہ دو سے اوپر ۲۸ تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی تو اس کا آدھا ۲۹ اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا اگر میت کے اولاد ہو۔ پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے ۳۱ تو ماں کا تہائی پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی تو ماں کا چھٹا بعد اس وصیت کے جو کر گیا اور دین کے ۳۴ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا ۳۵ یہ حصہ باندھا ہوا ہے اللہ کی طرف سے۔ بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔ اور تمہاری بیویاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو۔ پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکے میں سے تمہیں چوتھائی ہے جو وصیت وہ کر گئیں اور دین نکال کر۔ اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کو چوتھائی ہے ۳۶ اگر تمہارے اولاد نہ ہو۔ پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں آٹھواں ۳۷ (سورۂ نساء پارہ ۴ رکوع ۱۳، آیت ۱۰ تا ۱۲)

تفسیر: — ۲۵ ورثہ کے متعلق ۲۶ اگر میت نے بیٹے بیٹیاں دونوں چھوڑیں ہیں تو ۲۷ یعنی دختر کا حصہ پسر سے آدھا ہے۔ اور اگر مرنے والے نے صرف لڑکے چھوڑے ہیں تو کل مال ان کا ۲۸ یا دو ۲۹ اس سے معلوم ہوا کہ اگر اکیلا لڑکا وارث رہا ہو تو کل مال اس کا ہوگا کیونکہ اوپر بیٹے کا حصہ بیٹیوں سے دونا بتایا گیا ہے۔ تو جب اکیلی لڑکی کا نصف ہوا تو اکیلے لڑکے کا اس سے دونا ہوا اور وہ کل ہے ۳۰ خواہ لڑکا ہو یا لڑکی کہ ان میں سے ہر ایک کو اولاد کہا جاتا ہے ۳۱ یعنی صرف ماں باپ چھوڑے اور ماں باپ کے ساتھ زوج یا زوجہ میں سے کسی کو چھوڑا تو ماں کا حصہ زوج کا حصہ نکالنے کے بعد جو باقی بچے اس کا تہائی ہوگا نہ کہ کل کا تہائی ۳۲ سگے خواہ سوتیلے ۳۳ اور ایک ہی بھائی ہو تو وہ ماں کا حصہ نہیں گھٹا سکتا ۳۴ چونکہ وصیت اور دین یعنی قرض ورثہ کی تقسیم سے مقدم ہے اور دین وصیت پر بھی مقدم ہے۔ حدیث شریف میں ہے ان الدین قبل الوصیۃ ۳۵ اس لیے حصوں کی تعیین تمہاری رائے پر نہیں چھوڑی ۳۶ خواہ ایک بیوی ہو یا کئی۔ ایک ہوگی تو وہ اکیلی چوتھائی پائے گی۔ کئی ہونگی تو سب اس چوتھائی میں برابر شریک ہونگی۔ خواہ بیوی ایک ہو یا کئی ہوں۔ حصہ یہی رہے گا ۳۷ خواہ بیوی ایک ہو یا زیادہ۔

گلدستۂ احادیث

ترتیب وانتخاب: نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج الشاہ **محمد سبحان رضا سبحانی میاں** مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ رضا نگر، سوداگران بریلی شریف

نماز میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں

عام طور پر ہمارے یہاں یہ سوال گردش کرتا رہتا ہے کہ نمازی حالت نماز اور حالت قیام میں اپنے ہاتھ کہاں باندھے؟ ناف کے نیچے یا سینے کے اوپر؟ اس سلسلہ میں میرے جد امجد سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو حدیثیں نقل فرمائیں جس میں پہلی یہ بتا رہی ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے رکھے جائیں اور دوسری حدیث یہ بتا رہی ہے کہ ہاتھ سینے پر رکھیں جائیں۔ چونکہ احناف کا عمل پہلے والی حدیث پر ہے اس لیے سیدی سرکار اعلیٰ حضرت دونوں حدیثوں کو یوں نقل فرماتے ہیں کہ عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔ (فتاویٰ رضویہ ۳/۴۶)

یعنی حضرت علقمہ بن وائل بن حجر سے وہ اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا۔ دوسری حدیث یوں نقل فرمائی: عن وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسریٰ علی صدرہ۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھا۔ چونکہ پہلی حدیث ناف کے نیچے اور دوسری حدیث سینے پر ہاتھ باندھنے پر دلالت کر رہی ہے۔ اب دونوں میں سے کس حدیث پر عمل کرنا زیادہ افضل ہے؟ اس سلسلہ میں میرے جد امجد سیدی سرکار اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ ''پہلی حدیث کی سند جید اور تمام راوی ثقہ ہیں اور دوسری حدیث بھی مقبول ہے۔ چونکہ ان کی تاریخ کا علم نہیں کہ کون سی روایت پہلے کی ہے اور کون سی بعد کی تو لا جرم دونوں میں سے ایک کو ترجیح ہوگی۔ جب ہم نماز کے اس فعل بلکہ نماز کے تمام افعال پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ تمام کے تمام تعظیم پر مبنی نظر آتے ہیں اور مسلّم و معروف تعظیم کا طریقہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے لہٰذا محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا: قیام میں بقدر تعظیم ہاتھ باندھنے کا معاملہ معروف طریقے پر چھوڑا جائے لہٰذا مردوں کے بارے میں ابن ابی شیبہ کی (ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی) روایت راجح ہے اور چونکہ عورتوں کے معاملہ میں شرع مطہر کا مطالبہ کمال ستر وحجاب ہے اسی لیے فقہا نے فرمایا: مردوں کی پہلی صف افضل اور خواتین کی آخری۔ نیز ایک حدیث میں آیا عورت کی نماز کمرے میں صحن کی نماز سے افضل ہے اور کوٹھری کی اس سے بھی افضل ہے۔ نیز بوقت سجدہ زمین کے ساتھ چمٹ جانے کا حکم عورتوں کے ساتھ خاص ہوا اور عورتوں کی امام کو حکم ہے کہ درمیان میں کھڑی ہوں چنانچہ اس میں شک نہیں کہ عورتوں کے حق میں سینے پر ہاتھ باندھنا زیر ناف باندھنے سے زیادہ حجاب اور حیا کے قریب ہے۔ اور خواتین کا تعظیم کرنا ستر وحجاب کی صورت میں ہے۔ کیونکہ تعظیم ادب کے بغیر اور ادب حیا اور حجاب کے بغیر حاصل نہیں۔ لہٰذا خواتین کے حق میں (سینے پر ہاتھ باندھنے والی) حدیث ابن خذیمہ راجح ہوئی اور ثابت ہوگیا کہ دونوں مسائل میں ایسی حدیث موجود جس کی سند جید ہے۔ ماہر علمائے حدیث نے دونوں مقامات پر حدیث وترجیح پر ہی عمل فرمایا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ ۶/۱۴۹)

فتاویٰ منظر اسلام

ترتیب، تخریج، تحقیق:- حضرت مولانا الحاج محمد احسن رضا قادری، سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

مدعی اسلام کو مسلمان مانا جائے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید ایک لڑکی لے کر آیا ہے اور لڑکی بھی زید کے ساتھ نکاح کرنے کے لیے راضی ہے۔ میں نے اس سے کلمہ سنانے کے لیے کہا تو اس کا کہنا یہ ہے کہ میں مسلمان ہوں مگر کلمہ بھول گئی ہوں۔ اور کئی بات میں نے پوچھیں وہ جواب نہ دے سکی اور ہمیں اس کا پتہ بھی نہیں لگ سکا کہ یہ مسلمان ہے یا ہندو لہٰذا زید کے ساتھ اس کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

سائل محمد زبیر احمد، محلّہ بزریہ، آنولہ ضلع بریلی شریف

الجواب:- جب وہ مسلمان ہونے کی مدعیہ ہے تو اس کو مسلمان ہی کہا جائے گا اور کلمہ وغیرہ احکام اسلام یاد نہیں ہیں تو اسے یاد کرائے جائیں اور اس سے نکاح کفو میں اور مہر میں بے غبن فاحش کے ہو تو صحیح ہے جب کہ وہ بالغہ ہو اور اگر غیر کفو میں یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ ہو تو جائز نہیں جب تک کہ اس کے ولی کی اجازت صریح غیر کفو کو غیر کفو جانتے ہوئے اس سے نکاح کی نہ ہو۔ درمختار میں ہے ویفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلا لفساد الزمان وھو مختار للفتویٰ۔ اسی میں ہے لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ ریاض احمد سیوانی غفرلہ

یکم ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) عید الاضحیٰ کے نماز کے دن ساڑھے گیارہ بج رہے تھے امام صاحب سے لوگ کوشش کر رہے تھے کہ آپ جلدی نماز پڑھائیں کہ وقت تنگ ہو جائے گا مگر امام صاحب نہیں اٹھ رہے تھے اتنے میں آپس میں جھگڑا ہو گیا اور مار دھاڑ ہو گئی۔ کچھ لوگ وہاں سے چلّائے لاٹھی لینے کو تو کچھ لوگوں نے کہا نماز پڑھ لیجیے بعد میں دیکھا جائے گا۔ عاشق حسین چوڑی فروش نے کہا کہ ماں کے...... (گالی دیتے ہوئے) میں جائے نماز پہلے نپٹ لینے دو۔ (۲) جو لوگ میلاد شریف پڑھتے ہیں اور زنا خوری بھی کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے شرع میں کیا حکم ہے؟ (۳) ساڑھے تین ماہ کا حمل تھا اسی حالت میں اس کا نکاح ہوا تو وہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب:- (۱) کلمۂ مذکورہ سخت کفریہ ہے قائل پر توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ایسے لوگ سخت فاسق ہیں ان سے میلاد نہ پڑھوائیں جب تک کہ توبہ نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) حمل اگر شوہر اول سے تھا تو یہ نکاح عدت میں ہوا اور عدت میں نکاح تو نکاح صراحتاً پیغام نکاح دینا بلکہ عزم نکاح ہی حرام ہے۔ قال تعالیٰ ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتٰب اجلہ۔ جس سے یہ نکاح ہوا اگر اسے معلوم تھا کہ عورت معتدہ ہے تو اصلاً نہ ہوا اور اگر معلوم نہ تھا تو فاسد ہوا بعد علم فوراً متارکہ فرض ہے اور تاخیر گناہ ہے اور اگر حمل زنا کا ہے تو زانی وغیر زانی دونوں کو نکاح جائز ہے مگر غیر زانی کو مدت حمل میں وطی وبوس وکنار حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبد الرحیم بستوی غفرلہ القوی

۲۱؍ربیع الاول ۱۳۹۷ھ

جمعیت علمائے ہند اپنے اکابر کے فتاوے کی روشنی میں کافر، مشرک اور بدعتی

دیوبندی فرقے کی سب سے بڑی نمائندہ تنظیم جمعیت علمائے ہند کے ذمہ داران کی طرف سے سلطان الہند حضرت سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک پر حاضری دینا، پھول چڑھانا، چادر چڑھانا، کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھنا، ایصال ثواب کرنا اور بالقصد سفر کر کے ایک مخصوص تاریخ پر اجمیر مقدس جانا یہ سب مذہبی تاریخ کا سب سے بڑا دھوکا ہے۔

از:-محمد سلیم بریلوی، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

تقریباً ڈیڑھ صدی قبل ہندوستان کی سرزمین پر امام الوہابیہ ابن عبدالوہاب نجدی اور اسمٰعیل دہلوی کے افکار ونظریات کے بطن سے دیوبندی نامی ایک گمراہ فرقہ پیدا ہوا جس نے جماعت اہل سنت کے متفقہ عقائد ومعمولات کے خلاف کچھ خود ساختہ عقائد گڑھ کر متحدہ ہندوستان کے اہل سنت و جماعت کے درمیان تفریق، تشتیت، اختلاف، لڑائی جھگڑے، مناظرے ومجادلے اور توڑ پھوڑ کے حالات پیدا کیے۔ وہابی افکار ونظریات کی حامی اور مبلغ جماعت جسے ہندوستان میں دیوبندی فرقہ کہا جاتا ہے اس کا سلسلہ ارادت اور سلسلہ نسب اسی وہابی ازم سے ملتا ہے کہ جس نے سرزمین عرب پر مزارات مقدسہ کو مسمار کرنے اور آثار اسلامیہ کا نام ونشان مٹانے کی ایک سخت گیر اور اسلام مخالف تحریک شروع کی۔ یہی وہ تقویۃ الایمانی اور کتاب التوحیدی فرقہ ہے کہ جو اپنے جنم ہی سے مزارات اولیائے کرام کو بُت کدہ، مزارات پر حاضری دینے والوں کو بُت پرست، پھول چادر چڑھانے والوں کو مشرک وبدعتی کہتا ہے اور اس سلسلہ میں بے شمار کتابچے اور پمفلیٹ چھاپ کر پوری دنیا میں تقسیم کرتا ہے۔ اسی کی ذیلی تنظیمیں تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی، وغیرہ اپنے جاہل مبلغین کے ذریعے ڈیڑھ صدی سے متحدہ ہندوستان بلکہ جہاں جہاں مسلمان رہتے اور بستے ہیں وہاں اس بات کی تبلیغ وتشہیر کرتے ہیں کہ مزارات اولیا پر سفر کر کے جانا، پھول چڑھانا، چادر پیش کرنا، فاتحہ پڑھنا، نذر و نیاز کرنا، کھڑے ہو کر ایصال ثواب کرنا، مولود شریف پڑھنا، عرس کی محفلیں منعقد کرنا اور چراغاں کرنا یہ سب شرک و بدعت ہیں۔ یہ سب وہ چیزیں ہیں کہ جو آج عالم اسلام میں عموماً اور متحدہ ہندوستان میں خصوصاً اہل سنت و جماعت اور وہابی و دیوبندی جیسے گمراہ فرقوں کے درمیان نشان امتیاز بن چکی ہیں۔ چنانچہ آج جو حضرات مزارات اولیاء کی زیارت کو جاتے ہیں، نذر و نیاز اور فاتحہ وعرس کرتے ہیں یا یہ سارے مذکورہ امور کی انجام دہی کرتے ہیں انہیں اہل سنت و جماعت یا سنی بریلوی مسلمان کہا جاتا ہے اور جو ان مذکورہ امور کو روکتے اور شرک و بدعت کہتے ہیں انہیں وہابی، دیوبندی، تبلیغی اور جماعت اسلامی والا کہا جاتا ہے۔

جب سے وہابی اور دیوبندی نامی یہ گمراہ فرقے وجود میں آئے مسلمانوں کے ہر خطے، ہر شہر، ہر بستی اور ہر علاقے میں مسلمان آپس ہی میں دست و گریباں ہونے لگے۔ ان گمراہ فرقوں کے بانیوں، پیشواؤں اور مولویوں نے اللہ ورسول کی شان میں گستاخانہ عبارتیں لکھیں، اللہ کے رسول کے عطائی علم غیب کا انکار کیا، ہمارے آقا خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بھی دوسرے نبی کے آنے کو جائز ٹھہرایا، ابلیس لعین کے علم کو ہمارے آقا کے علم سے زیادہ

اور وسیع تر بتایا۔ اللہ رب العزت کے جھوٹ بولنے کو ممکن ٹھہرایا، آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مجبور و بے بس قرار دیا اور سلفا وخلفا پوری امت مسلمہ کے متفقہ عقائد کے ماننے والوں کو گمراہ، مشرک اور بدعتی قرار دیا۔ اسی کے ساتھ مزارات کی زیارت کے لیے سفر کر کے جانے، مزارات پر حاضری دینے، پھول پیش کرنے، چادر چڑھانے، ایصال ثواب کرنے، فاتحہ پڑھنے جیسے جماعت اہل سنت کے مستحسن معمولات کو شرک وبدعت قرار دیا اور ان کاموں کے کرنے والوں کے اوپر کفر وشرک اور بدعت کے فتوے لگا کر انہیں مشرک، کافر اور بدعتی قرار دیا۔ اپنی ہر چھوٹی بڑی کتاب میں اس گمراہ فرقے کے افراد نے مزاروں کو شرک و بدعت کا اڈہ قرار دیا (دیکھئے براہین قاطعہ، تحذیر الناس، حفظ الایمان، تقویۃ الایمان، کتاب التوحید، فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، بہشتی زیور وغیرہا)۔

ہندوستان میں وہابیت کی کوکھ سے جنم لینے والا یہ دیوبندی فرقہ ہمیشہ سے وہابیت نواز رہا اور وہابی عقائد ونظریات کا حامی اور زبردست مبلغ بن کر متحدہ ہندوستان کے خوش عقیدہ سنی مسلمانوں کو وہابیت کے رنگ میں رنگتا رہا۔ کتاب التوحید کی انہوں نے نہ صرف یہ کہ نشر واشاعت کی بلکہ اس کے تمام مشمولات کو مزید مشرح کر کے ہندوستانیوں کے ذہن ودماغ میں جاں گزیں کرنے کا مذموم کارنامہ بھی انجام دیتے رہے۔ بلکہ حد تو یہ ہے کہ رشید احمد گنگوہی اور ان جیسے علمائے دیوبند نے وہابی فرقے کی ''تقویۃ الایمان'' نامی کتاب کا رکھنا عین ایمان بتایا۔ مگر جب امام اہل سنت مجدد اعظم سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی گستاخانہ عبارتوں، عقائد و نظریات اور خلاف اسلام کہی اور لکھی گئی ان کی باتوں کا زبردست محاسبہ کرتے ہوئے ''المعتمد المستند'' اور ''حسام الحرمین'' جیسی کتابیں اور اپنے فتاویٰ ودیگر تحریروں کے ذریعہ ان کے حقیقی چہرے کو لوگوں کے سامنے اجاگر کیا تو انہوں نے ''المہند'' اور ''الدیوبندیہ'' جیسی کتابیں لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ہمارا تعلق وہابی فرقے سے نہیں ہے۔

شروع ہی سے دیوبندی فرقہ ایک موقع پرست فرقے کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ جب تک ان کا مفاد انگریزوں سے وابستہ رہا تو یہ ان کی حمایت کا دم بھرتے رہے۔ جب انگریزی حکومت کا سورج ہندوستان سے غروب ہونے لگا تو انہوں نے چولا بدلتے ہوئے اپنے آپ کو مجاہدین جنگ آزادی اور مخالفین انگریزی حکومت کے طور پر متعارف کرنا شروع کر دیا۔ جب ہندوستان کی تقسیم عمل میں آئی تو انہوں نے اپنے آپ کو دو حصوں میں منقسم کرتے ہوئے ایک کا تعلق مسلم لیگ سے استوار کیا اور دوسرے کا تعلق کانگریس سے۔ اس طرح ہندوستانی سیاست سے بھی انہوں نے فائدہ اٹھایا اور پاکستانی سیاست سے بھی۔ اسی طرح جب تک سعودی حکومت کے ریال اور تیل کی بے پناہ دولت سے یہ لطف اندوز ہوتے رہے تو اپنے آپ کو وہابی بتاتے رہے، امام حرم کو بلا کر جگہ جگہ نمازوں کا اہتمام کر کے اس کی اقتدا میں نماز پڑھتے رہے اور ان کے ہر ظلم وستم اور مقامات مقدسہ کے انہدام کو جائز و رواں بتاتے رہے۔ لیکن جب پوری دنیا میں مرکز اہل سنت اور سنی مسلمانوں کی کوششوں سے اس وہابی فرقہ کا اصلی روپ لوگوں کے سامنے آیا اور پوری دنیا کے میڈیا نے اس وہابی فرقے کو دہشت گرد قرار دینا شروع کیا نیز صوفیائے کرام، خانقاہوں سے وابستہ بزرگوں اور سنی بریلوی مسلمانوں کو امن وآشتی اور اسلام کا صحیح مبلغ تسلیم کیا تو ایک بار پھر ہند و پاک اور بنگلہ دیش وغیرہا ممالک میں رہنے والے ان دیوبندیوں

نے اپنا چولا بدلتے ہوئے وہابیت سے برأت کا اظہار کرنا شروع کر دیا اور جو جماعت مزاروں، خانقاہوں، معمولات صوفیاء اور اعراس و نذر و نیاز و فاتحہ وغیرہ کی سب سے بدترین دشمن تھی آج وہی دیوبندی جماعت اپنا رشتہ چشتیت، مشائخ چشت اور سیدنا سرکار خواجہ غریب نواز سلطان الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جوڑنے کا مذموم کارنامہ انجام دے کر پوری دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا کام کر رہی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ابھی مؤرخہ ۱۲، ۱۳؍ اور ۱۴؍ نومبر ۲۰۱۶ء کو وہابیت نوازی کے الزام سے بچنے نیز دہشت گرد مخالف کاروائیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لیے اس موقع پرست دیوبندی فرقے کی سب سے بڑی نمائندہ تنظیم جمعیت علمائے ہند کے ذمہ داروں نے حضرت سیدنا سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک پر سفر کر کے نہ صرف یہ کہ زیارت کی بلکہ مزار مبارک پر چادریں بھی چڑھائیں، پھول بھی پیش کیے۔ کھڑے ہو کر فاتحہ بھی پڑھی، ایصال ثواب بھی کیا اور وہ تمام کام کیے کہ جنہیں تقریباً ڈیڑھ صدی سے یہ اور ان کے بڑے بڑے مولوی اور پیشوا کفر، شرک اور بدعت قرار دیتے رہے۔ اس نئی صورت حال کے پیش نظر جماعت اہل سنت کے علما پورے دیوبندی فرقے سے مندرجہ ذیل وضاحتیں طلب کرتے رہے:-

(۱) انبیاء، اولیاء اور صلحاء کو تم اور تمہارے اکابر پیشوا ہمیشہ سے مجبور بے بس اور بے اختیار لکھتے اور بولتے چلے آئے ہیں۔ اب خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضری دے کر تم نے اپنے فعل سے اپنے دھرم کے مذکورہ بالا عقائد و معمولات کی تغلیط کرتے ہوئے غلط ٹھہرایا ہے۔ ایسی صورت میں یہ وضاحت پیش کی جائے کہ تمہاری پچھلی باتیں صحیح ہیں یا اب یہ تمہارے نئے افعال۔

(۲) تمہارا پرانا عقیدہ، فتویٰ اور قول و فعل یہ ہے کہ سفر کر کے اولیا اللہ کے مزاروں پر جانا، فاتحہ پڑھنا، ایصال ثواب کرنا، پھول چڑھانا، چادر چڑھانا اور شیرینی پیش کرنا یہ سب کفر و شرک اور بدعت ہیں۔ اب تم نے خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر یہ سارے کام انجام دے کر اپنے ہی مذہب، دھرم، مسلک اور فرقے کے بنیادی عقائد و نظریات کے خلاف اپنی کتابوں کے مطابق کفر و شرک اور بدعت کے کام انجام دیئے ہیں ایسی صورت میں علمائے اہل سنت تم سے یہ وضاحت طلب کرتے ہیں کہ تمہارے پرانے عقائد و نظریات صحیح ہیں یا ابھی حالیہ دنوں میں انجام دیئے گئے تمہارے یہ سارے کام۔

(۳) حضرت سلطان الہند کی بارگاہ میں یہ سارے رسوم و معمولات ادا کر کے تم نے سرِ دست اتنا تو ثابت کر ہی دیا کہ اہل سنت و جماعت مزارات مقدسہ پر انجام دیئے جانے والے جن معمولات کو مستحسن اور باعث خیر و برکت قرار دیتے تھے وہ بالکل حق و صحیح تھے البتہ تم نے اپنے ان افعال سے اپنے ہی دھرم، مسلک، مذہب اور اپنے فرقے کے اساطین اور اکابر مولویوں اور پیشواؤں کے فتووں اور اقوال کی تغلیط کی ہے۔ اب علمائے اہل سنت یہ وضاحت طلب کرتے ہیں کہ تم اور تمہارے مولویوں نے جن کتابوں میں مزار پر جانے، فاتحہ پڑھنے، ایصال ثواب کرنے، پھول پیش کرنے اور چادر چڑھانے کو شرک و بدعت لکھا ہے ان کتابوں پر تم کب پابندی عائد کراؤ گے اور ان کتابوں سے ان چیزوں کو کب نکلواؤ گے؟

(۴) جمعیت علمائے ہند کو ڈیڑھ صدی میں اب تک سیدنا سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا اور دیگر بزرگوں کی یاد کیوں نہیں آئی؟ اب اگر یہ یاد آ بھی گئی ہے تو دار العلوم دیوبند سے وہ یہ فتویٰ

کب شائع کرائیں گے کہ بزرگان دین کے مزاروں کی زیارت کے لیے سفر کر کے جانا جائز ہے۔

(۵) جمعیت کے اراکین کا بالخصوص حسین احمد مدنی اور ارشد مدنی وغیرہا کا بالقصد اجمیر مقدس کے سفر پر جانا اور وہاں تاریخ متعین کر کے اجلاس کرنا، پھول پیش کرنا، یہ سب وہ کام ہیں کہ جن کی بنیاد پر اہل دیوبند اہل سنت و جماعت کو ''قبر پرست'' اور ان کاموں کو ''قبر پرستی'' کہتے تھے تو اب بتایا جائے کہ اہل سنت سے قبر پرستی کے اس الزام کو اٹھانے والا فتویٰ دار العلوم دیوبندی سے کب شائع کرایا جائے گا؟

(۶) جمعیت علمائے ہند نے جتنے بھی کام مذکورہ تاریخوں میں سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مقدس پر انجام دیئے وہ سب اہل سنت و جماعت کے امتیازی معمولات و تشخصات ہیں اور یہی جمہور اہل سنت و جماعت کا صحیح موقف و منہج ہیں جس کے خلاف اکابر علمائے دیوبند نے جمہور سے منفرد اپنی علیحدہ آرا امت مسلمہ کے اوپر تھوپنے کا کام کیا اور اس سلسلہ میں جنگ و جدال بھی کیے تو اب جمعیت علمائے ہند کب دار العلوم دیوبند کو اس بات پر آمادہ کرے گی کہ وہ ایک واضح اعلامیہ جاری کر کے اہل سنت و جماعت کے موقف کی حمایت و تائید کرے اور اکابر علمائے دیوبند کی منفرد، باطل اور جمہور مخالف آرا اور گمراہ کن موقف کو رڈ کرے۔

اگر ہماری مذکورہ وضاحتوں اور سوالات کا تم نے کوئی جواب نہ دیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ تمہارے قول و فعل میں بہت تضاد ہے اور تم صرف اور صرف عوام اہل سنت کو دھوکا دینا چاہتے ہو نیز پوری دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنا تمہارا مقصد ہے۔ یہ بات تو یقینی ہے کہ تمہارے مذہب ،مسلک اور تمہارے خود ساختہ گمراہ کن عقائد و نظریات کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں ہے۔ تب ہی تو تم جن باتوں کو خود شرک و کفر ٹھہراتے ہو اور عوام کو ان کے کرنے سے روکتے ہو اب خود ہی وہ سارے کام تم کر رہے ہو تو یہ عوام کو دھوکا دینا بھی ہے۔ اور اپنے اکابر کے فتوؤں کی رو سے اپنے آپ کو کافر و مشرک اور بدعتی بھی ٹھہرانا ہے۔

یہ بات بھی مسلمات میں سے ہے کہ باطل کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں ہوتی۔ وہ اپنے موقف میں حسب ضرورت موقع پرستی کی بنیاد پر تبدیلی کرتا رہتا ہے۔ یہی باطل کی پہچان ہے کہ وہ کسی ایک بات پر نہیں جمتا۔ اس کے برخلاف حق اور سچ کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ چاہے حالات وقتی طور پر اس کے موافق ہوں کہ مخالف وہ اپنے بنیادی موقف کے خلاف کوئی کام نہ کرتا ہے نہ کوئی بات بولتا ہے۔ وہ اپنے موقف میں تبدیلی نہیں کرتا۔ ہمارا آئے دن کا یہ مشاہدہ ہے کہ یہ دیوبندی جس نیاز و فاتحہ کو شرک و بدعت قرار دیتے ہیں موقع دیکھتے ہی اس میں شریک بھی ہو جاتے ہیں اور بے حیائی سے نیاز کا کھانا بھی کھا کر اپنے آپ کو شکم شیر کرتے ہیں۔ ان کی ضرورت ہو تو یہ سلام بھی پڑھ لیتے ہیں۔ مزارات پر حاضری بھی دے لیتے ہیں اور جب عوام کو گمراہ کرنا ہو تو انہیں باتوں کو یہ شرک و بدعت بھی قرار دیتے ہیں۔ مولوی اشرفعلی تھانوی جو اس جماعت کے سرخیل ہیں وہ خود کانپور میں برسہا برس سنی بن کر نیاز و فاتحہ وغیرہ سارے امور انجام دیتے رہے۔ عوام کو دھوکا دینا اور دنیا والوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ان لوگوں کا یہ نیا وطیرہ نہیں بلکہ یہ دھوکہ دھڑی انہیں ورثہ میں ملی ہے۔ جس کا بے حیائی کے ساتھ مظاہرہ جمعیت علمائے ہند نے اجمیر مقدس کی سرزمین پر دنیا والوں کے سامنے کیا اور حیرت تو اس بات پر ہے کہ اس سلسلہ میں انہیں کوئی پشیمانی بھی نہیں۔

☆

حدیث لولاک

سید المرسلین کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت

از:-حضرت علامہ ابراہیم خوشتر علیہ الرحمہ   پیش کش:-مولانا محمد قمر رضا منظر،خطیب وامام سنی رضوی عیدگاہ پورٹ لوئس ماریشس

ایک عالمی مبلغ کو جن خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے وہ تمام خصوصیات حضرت علامہ ابراہیم خوشتر علیہ الرحمہ کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھیں۔آپ نے مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام میں اپنا تعلیمی سفر مکمل کیا خیر سے آپ کو سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں بے مثال شہزادوں کی علمی وروحانی سرپرستی حاصل رہی۔آپ نے سرکار حجۃ الاسلام سے بھی اکتساب فیض اور سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی علمی وروحانی فیضان سے مالا مال ہوئے۔عالمی سطح پر آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت کے جو زریں کارنامے انجام دیئے وہ رہتی دنیا تک کبھی بھی فراموش نہیں کیے جاسکتے۔جہاں آپ ایک باصلاحیت عالم،نکتہ رس مفتی،بلند نظر مفکر،دوراندیش مبلغ،اثر انگیز مقرر وخطیب اور شاعر تھے وہیں آپ ایک منجھے ہوئے کہنہ مشق مصنف،قلمکار اور مضمون نگار بھی تھے۔آپ کے مضامین ہند وپاک کے بہت سے رسائل میں شائع ہوتے تھے۔۶۰/اور۷۰/کی دہائی میں راولپنڈی پاکستان سے شائع ہونے والے ماہنامہ''سالک''میں مستقل ''معارف الحدیث''کے کالم نگار کی حیثیت سے متعدد عناوین پر برابر مضامین تحریر فرماتے رہے۔پیش نظر مضمون''حدیث لولاک کی فنی حیثیت''کے عنوان پر ایک قیمتی تحریر ہے جسے ماہنامہ سالک،ماہ ستمبر واکتوبر۱۹۶۰ء/ربیع الاول ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ صفحہ نمبر۵۳تا۵۸ سے لیا گیا ہے۔اس سال رمضان المبارک میں جب ماریشس جانا ہوا تو حضور صاحب سجادہ مدظلہ النورانی کی موجودگی میں حضرت علامہ ابراہیم خوشتر علیہ الرحمہ کی قیمتی تحریروں سے متعلق جمع وتدوین سے متعلق میں نے جانشین علامہ خوشتر حضرت مولانا محمد مسعود اظہر خوشتر صدیقی اور نبیرۂ علامہ خوشتر حضرت مولانا محمد سعد خوشتر صدیقی مدظلہما نورانی کے سامنے عرض کی کہ اگر علامہ خوشتر علیہ الرحمہ کی قیمتی تحریریں کے عکس مجھے مل جائیں تو ان کی جمع تدوین وغیرہ کا کام مرکز اہل سنت بریلی شریف سے حضور صاحب سجادہ مدظلہ النورانی کی سرپرستی میں میں انجام دے سکتا ہوں۔مذکورہ دونوں شخصیتوں نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی لائبریری میں موجود اس قیمتی مواد کے عکس دینے کو منظور کردیا۔عزیزم مولانا محمد قمر رضا منظری نے بھی انتہائی دلچسپی کے ساتھ بہت جلد اس قیمتی مواد کی کمپوزنگ کر کے مجھے میل کردیا۔اس سلسلہ میں علامہ ابراہیم خوشتر علیہ الرحمہ کے منجھلے شہزادے عالیجناب محترم المقام جناب محمد خوشتر صدیقی صاحب سے بھی فون پر گفتگو ہوئی انہوں نے بھی ہر طرح کے قلمی تعاون کی یقین دہانی کرائی۔اب ان شاء اللہ ہر ماہ یہ قیمتی تحریریں ہمارے قارئین کے خوان مطالعہ کی زینت بنیں گی اور بہت جلد ان تمام تحریروں کو کتابی شکل میں''مقالات خوشتر''کے نام سے شائع کیا جائے گا۔وللہ الحمد۔(محمد سلیم بریلوی)

ذرّے کی چمک آفتاب کی کرنوں کا پتہ دیتی ہے۔غنچے کی چٹک باد بہاری کی آمد کا پیغام ہے۔لالہ وگل کی لہک عندلیب کی چہچہاہٹ کا سامان ہے۔الغرض ازسماک تاسمک اس عالم کن فیکون میں جس پر نظر ڈالئے ہر ایک اپنے وجود میں کسی کا وجود اور اپنے شہود میں کسی کا شہود رکھتا ہے۔یہ تو مخلوق کی بات ہورہی ہے۔خالق کی شان کرم ملاحظہ فرمائیں کہ اس نے جب اپنے آپ کو ظاہر

کرنا چاہا تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات وصفات کا مظہر اتم بنا کر دنیا میں بھیج دیا۔

حدیث حسن و مشتاقی دید در پردہ پنہاں بود
بر آمد شوق از خلوت نہاد ایں راز بر صحرا

صرف یہی نہیں بلکہ لولاک کا تاج ان کے سر پر رکھا۔سید المرسلین کے شرف سے نوازا۔رحمۃ للعالمین کا خصوصی منصب عطا فرمایا۔اور خاتم کے لقب سے ممتاز کر کے انہیں اپنی قدرت کا آخری شاہکار قرار دیا۔ما احسن قال امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ۔

ترے خلق کو حق نے عظیم کیا تری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن و ادا کی قسم

جس طرح ایمانی دنیا میں یہ بات مسلم ہے کہ کائنات کی ہر چھوٹی سی چھوٹی چیز اور بڑی سے بڑی چیز کا خالق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح اس عقیدہ میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ عالم علوی وسفلی کا ذرّہ ذرّہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پیدا کیا گیا۔اگر وہ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا اور وہ ہو گئے تو سب کچھ ہو گیا۔ما قال امام احمد رضا فاضل بریلوی۔

ہے انہیں کے دم قدم کی باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہیں

حقیقت اظہار: قارئین حضرات! یہ اپنی بات ہے غیروں کی داستان نہیں کہ آج کے معاشرے میں زمین کو آسمان، تنکے کو شہتیر کر دکھانا بہت آسان۔مگر (مبالغہ سے قطع نظر) ذات الوہیت کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات بے نمایات اور معجزات بے نہایات کا اگر ذکر کیا جائے (جو ایماناً و دیانتاً ضروری ہے) تو آج کا بزعم خود اہل علم طبقہ شرک و بدعت کا سہارا ڈھونڈھتا ہے اور محراب و منبر کی بات سمجھ کر رد کر دیتا ہے حالانکہ اگر اسی طبقہ کے افراد کی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملائے جائیں تو اسے عین تہذیب اور ملک وقوم کی یادگار سمجھا جاتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اسلام کی تمام تر عظمت وخوبی کا دار و مدار اور مرکز حقیقی صرف اور صرف ذات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہے خدانخواستہ اگر اس سے قطع نظر کر لیا جائے تو اسلام اک تن بیجان اور دعویٰ بلا دلیل کے رہ جائے گا اور یہ واقعہ ہے کہ ہماری زندگی کا ہر ہر گوشۂ مستور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابناک سیرت کی روشن کرنوں سے جگمگا رہا ہے۔اقبال مرحوم کا یہ شعر اس عنوان کا کتنا حسین باب ہے۔

در دل مومن مقام مصطفیٰ ست
آبروئے ما زنام مصطفیٰ ست

مقام شکر ہے کہ اس دور الحاد و بے دینی اور کساد بازاری میں اہلسنت و جماعت کا شہیر ماہنامہ اور بے نظیر جریدہ سالک حسب دستور اپنا میلاد نمبر پیش کر رہا ہے احادیث لولاک اسی میلاد نمبر کا ایک حسین عنوان ہے جو نظر قارئین ہے۔

لولاک کا تاج بر سر صاحب معراج صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) ابن عساکر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔عیسیٰ علیہ السلام کو روح القدس سے بنایا۔ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل فرمایا۔آدم علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔حضور کو کیا فضل عطا فرمایا۔فوراً جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کی حضور کا رب ارشاد فرماتا ہے۔

ان کنت اتخذت ابراھیم خلیلاً فقد اتخذتک حبیباً وان کنت کلمت موسیٰ فی الارض تکلیماً فقد

کلمتک فی السماء وان کنت خلقت عیسیٰ من روح القدس فقد خلقت اسمک من قبل ان اخلق الخلق بالفی سنة ولقد وطأت فی السماء موطئالم یطأہ احد قبلک ولا یطأہ احد بعدک وان کنت اصطفیت آدم فقد ختمت بل الانبیاء (الی ان قال) ولقد خلقت الدینا واھلھا لاعرفھم کرامتک ومنزلتک عندی ولو لاک ما خلقت الدنیا۔

(خصائص کبریٰ ج۲ص۱۹۳مطبوعہ دکن)

اگر میں نے ابراہیم کو خلیل کیا تو تمہیں حبیب کیا اور اگر موسیٰ سے زمین میں کلام فرمایا تو تم سے آسمان میں کلام کیا اور اگر عیسیٰ کو روح القدس سے بنایا تو تمہارا نام خلق کی آفرینش سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا۔ اور بے شک تمہارے قدم آسمان میں وہاں پہونچے جہاں نہ تم سے پہلے کوئی گیا نہ تمہارے بعد کسی کی رسائی ہو اور اگر میں نے آدم کو برگزیدہ کیا تو تمہیں خاتم الانبیاء کیا۔ اور بے شک میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اس لیے بنایا کہ جو عزت و منزلت تمہاری میرے نزدیک ہے ان پر ظاہر کروں اگر تم نہ ہوتے میں دنیا کو نہ بناتا۔

(۲)رواہ البیھقی وغیرہ کشیخہ الحاکم و صححہ من ابن عباس اوحی اللہ الی عیسی ان آمن بمحمد و امرامتک ان یومنوا بہ فلولا محمد ما خلقت آدم ولولا محمد ما خلقت آدم ولولا محمد ماخلقت الجنة والنار. (زرقانی شرح مواہب ج۵ص۲۴۲مطبوعہ مصر)

بیہقی اور ان کے علاوہ حاکم بافادہ تصحیح عبداللہ ابن عباس سے راوی اللہ تعالیٰ نے عیسی علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا اور جو لوگ تیری امت میں اس کا زمانہ پائیں انہیں حکم کر کہ اس پر ایمان لائیں اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے میں آدم کو نہ پیدا کرتا نہ جنت و دوزخ بناتا۔

حضرت علامہ سبکی نے اپنی کتاب شفاء السقام، سراج بلقینی نے اپنے فتاویٰ میں حدیث مذکور کو ثابت فرمایا اور علامہ ابن حجر نے افضل القری میں اس حدیث کو صحیح فرمایا ۔

نور علی نور یہ حسین اضافہ ملاحظہ فرمائیے:

(۳)ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیہ لا الہ الا اللہ محمد رسو ل اللہ فسکن ۔ ہذا حدیث صحیح الاسناد مستدرک حاکم ج۲ص۶۱۵۔

(۴)اللہ اللہ کیا ارشاد گرامی ہیں۔ آنکھوں سے لگائیں۔ دل میں جگہ دیں ۔امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاکم ،بیہقی ،طبرانی ،آجری ،ابونعیم ،ابن عساکر راوی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لما اقترف آدم الخطیئة قال رب اسالک بحق محمد لما نحضرت لی قال وکیف عرفت محمداً قال لانک لما خلقتنی بیدک نفخت فی من روحک رفعت راسی فرایت علی قوائم العرش مکتوبالا الہ الا اللہ محمد رسو ل اللہ فعلمت انک لم تضف اسمک الا احب الخلق الیک قال صدقت یاآدم ولولا محمد ما خلقتک وفی روایتہ عند الحاکم فقال اللہ تعالی صدقت یاآدم انہ لاحب الخلق الی اما اذا سئلتنی بحقہ فقد نخضرت لک ولولا محمد ما نحضرت لک ما خلقتک .

یعنی آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کی اے رب! تیرے صدقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ میری مغفرت فرما۔ رب العالمین نے

فرمایا تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیونکر پہچانا؟ عرض کی جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح ڈالی میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا پایا۔ میں جانتا ہوں کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! تو نے سچ کہا۔ بیشک وہ مجھے تمام جہاں سے زیادہ پیارا ہے۔ اب کہ تو نے اس کے حق کا وسیلہ کر کے مجھ سے مانگا تو میں تیری مغفرت کرتا ہوں اگر محمد نہ ہوتے تو نہ تیری مغفرت کرتا اور نہ تجھے بناتا۔

فائدہ: علامہ بیہقی نے حدیث مذکور کو صحیح الاسناد فرمایا نیز علامہ ابن امیر حاج نے حلیہ میں اور علامہ سبکی نے شفاء السقام میں اس کو ثابت فرمایا۔

(۵) ''الموارد الھنیة فی مولد خیر البریة'' میں شیخ امام علامہ فاضل سید علی نور الدین سمہودی حسینی مورخ مدینہ منورہ نے حدیث مذکور کو نقل فرمایا اور مع شئی زائد وہ کلمات طیبات تحریر فرمائے جو آج بھی ایمان والوں کیلئے سرمایۂ آخرت ہیں۔

(۶) سیرت حلبی میں جلد ۱ صفحہ نمبر ۲۵۴ پہ یہی حدیث مذکور ہے نیز سیرت حلبی میں دوسری روایت یوں ہے:

لما خلقتنی رفعت راسی الی عرشک فاذا فیه مکتوب لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انه لیس احد اعظم قدراً عندک فمن جعلت اسمه مع اسمک فاوحی الله تعالیٰ الیه وعزتی وجلالی انه لآخر النبیین من ذریتک ولولاه ما خلقتک.

(سیرت حلبی ج ۱ ص ۲۵۴ مطبوعه مصر)

جب تو نے مجھے بنایا تو میں نے اپنا سر تیرے عرش کی جانب اٹھایا تو اس میں لکھا پایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بس جانا میں نے نہیں ہے کوئی بلند مرتبہ تیرے نزدیک اس شخص سے جس کے نام کو تو نے اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے۔ پس اللہ نے حضرت آدم کی طرف وحی کی فرمایا: قسم ہے مجھے اپنے عزت وجلال کی۔ بیشک وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری ذریت میں سب سے آخر نبی ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

سیرت حلبی نے گلشن لولاک میں کیا کیا حسین گل کھلائے ہیں۔ ایک روایت اور ملاحظہ فرمائیں جو اہل علم کیلئے خالی از فائدہ نہیں۔ فرماتے ہیں:

(۷) وذکر صاحب کتاب شفاء الصدور فی مختصره عن علی ابن ابی طالب رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم عن الله عز وجل انه قال یا محمد وعزتی وجلالی لولاک ما خلقت ارضی ولا سمائی ولا رفعت هذه الخضراء ولا بسطت هذه الغراء وفی روایة عنه ولا خلقت سماء ولا ارضا ولا طولا ولا عرضاً وبهذا یرد علی من رد علی القائل فی مدحه صلی الله علیه وسلم.

لولاه ما کان لا فلک ولا فلک
کلا ولا بان تحریم بتحلیل

بان قوله لولاه ماکان فلک وفلک مثل هذا یحتاج الی الدلیل ولم یرد فی الکتاب ولا فی السنة ما یدل ذلک فیقال له بل جاء فی السنة ما یدل علی ذلک والله اعلم. (سیرت حلبی ج ۱ ص ۲۵۵ مطبوعہ مصر)

(۸) امام قسطلانی مواہب لدنیہ وفتح محمدیہ میں رسالہ میلاد امام علامہ ابن طغربک سے ناقل مروی ہوا۔

آدم علیہ السلام نے عرض کی الٰہی تو نے میری کنیت ابومحمد

کس لیے رکھی حکم ہوا اے آدم اپنا سر اٹھا۔ آدم علیہ السلام نے سر اٹھایا پردۂ عرش پر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور جلوہ آرا ہوا۔ عرض کی الٰہی یہ نور کیسا ہے فرمایا:

ھذا نور نبی من ذریتک اسمه فی السماء احمد وفی الارض محمد لولاه ما خلقتک ولا خلقت سماء ولا ارضا.

''یہ نور ایک نبی کا ہے تیری اولاد سے۔ اس کا نام آسمان میں احمد ہے اور زمین میں محمد اگر وہ نہ ہوتے تجھے نہ بناتا نہ آسمان نہ زمین پیدا کرتا۔

(۹) مواہب لدنیہ میں حدیث مذکور بطرز دیگر ملاحظہ فرمائیں:

جب آدم علیہ السلام جنت سے باہر آئے ساق عرش اور بہشت کے ہر مقام میں نام پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نام الٰہی سے ملا ہوا لکھا دیکھا۔ عرض کی الٰہی! یہ محمد کون ہیں۔ فرمایا۔ ھذا ولدك الذی لولاه ما خلقتك۔ یہ تیرا بیٹا ہے اگر یہ نہ ہوتا میں تجھے نہ بناتا۔

اس باب میں علمائے امت کی آراء: سب سے پہلے برکات المصطفیٰ فی الہند شیخ محقق علی الاطلاق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کا قول ہمارا عنوان ''احادیث لولاک'' کی جان ہے۔

وبہ تحقیق وارد شدہ است کہ حق تعالیٰ در شب معراج با حبیب خود گفت لولاک لما خلقت الافلاک۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ / ص ۶۱۸)

مولیٰ تعالیٰ شیخ محقق کی قبر پر انوار پر اپنے فضل کی بارش کرے۔ اپنے قول ''وبہ تحقیق وارد شدہ'' تحریر فرما کر احادیث لولاک کے روایتی محاسن کا اسطرح اظہار فرمایا ہے کہ آئینہ لولاک غبارِ ضعف وموضوع سے شفاف ہو گیا ہے۔

قال سبحان الله ما قال علامه نبهانی قدس سره الربانی فلا ريب ان اصل الكون نبينا محمد صلى الله عليه وسلم لقوله تعالیٰ فی خبر القدسی لولاک لما خلقت الافلاک الخ. (جواہر البحار ج ۴ / ص ۱۴۵۲)

ماقال فی هذاالباب امام احمدرضا قدس سره ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

صاحب نزہۃ المجالس رقم طراز ہیں:

قال جبريل عليه السلام يا محمد ان الله تعالیٰ لما خلقتنی (الی ان قال) ثم كشف لی عن ساق العرش عشرة آلاف سنة فرأيت سطراً مكتوباً ففهمنی اياه فاذا هو لا اله الا الله محمدرسو ل الله فقلت يا رب من محمد رسول الله فقال يا جبريل لولاک محمد ما خلقتک بل لولاه ما خلقت جنة ولا نارا ولا شمسا ولا قمرا يا جبريل صل علی محمد فصليت عليک عشرة آلاف سنة. (ج ۲ / ص ۱۰۹)

اس حدیث کو علامہ نبہانی نے مع شیٔ زائد جواہر البحار جلد ۳ / صفحہ ۱۱۰۹ نیز جلد ۴ / صفحہ ۱۴۱۷ میں تحریر فرمایا ہے۔

عاشق رسول امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشہور قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں:

وكيف تدعوا الی الدنيا ضرورة من
لولاه لم تخرج الدنيا من العدم

اس کی شرح میں علامہ خرپوتی وغیرہ نے جو ایمان افروز احادیث وکلمات تحریر فرمائے ہیں اگر انہیں نقل کروں تو یہ مستقل رسالہ ہو جائے اس وقت مضمون کا اختصار مانع ہے اس سلسلہ میں دیوبندی مکتب فکر کے نامی گرامی ادیب مولوی ذوالفقار کی شرح

قصیدہ بردہ عطرالوردہ کا حوالہ مناسب ہوگا۔ لکھا ہے:
''حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے محتاج الیہ ہیں'' صفحہ ۱۹
ما انشاد امام احمد رضا فاضل بریلوی.

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسو ل اللہ کی
وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسو ل اللہ کی

مولوی حسین احمد صدر دیوبند کا قول یقیناً سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت نوریہ اور احادیث لولاک کے مخالفین کے لیے قابل قبول ہوگا۔ مزے لیکر پڑھیں:
''غرض کہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیان ہے یہی معنی **لولاک لما خلقت الافلاک** اور **اول ما خلق اللہ نوری** اور **انا نبی الانبیاء**'' وغیرہ کے ہیں۔
(الشہاب ص ۴۷)

قارئین کے لئے دلچسپ اور قابل توجہ اضافہ:

دیوبندی مکتب فکر کے امام صدر دیوبند کے دادا استاد مولوی رشید احمد گنگوہی اپنی مشہور کتاب فتاویٰ رشیدیہ کی جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ کے سوال (**اول ما خلق اللہ نوری او لولاک لما خلقت الافلاک** یہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں یا وضعی۔ زید ان کو وضعی بتلاتا ہے) کے جواب میں کیا محققانہ جواب تحریر کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔
''یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں ہیں مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اول ما خلق اللہ نوری کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے''۔
سوال میں حدیث کی صحت و وضع کے متعلق دریافت کیا گیا ہے جواب میں صحت کی نفی بایں عنوان کہ کتب صحاح میں موجود نہیں پھر اس پہ شیخ محقق کا فرمان کہ اول ما خلق اللہ نوری کی کچھ اصل ہے تحریر کر نا نفی کے بعد اثبات کا مزہ دے رہا ہے۔
باقی حدیث لولاک کے متعلق جواب میں کچھ نہیں کہا گیا یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو مجیب کو معلوم نہیں یا مجیب نے قصداً اس کے جواب سے اجتناب برتا۔
مجیب کو معلوم نہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ مجیب اپنی جماعت کا ''محدث اعظم''، ''قطب وقت'' ہے۔

مندرجہ بالا حوالہ جات میں آپ نے احادیث لولاک کو ملاحظہ فرمایا کہ کثرت سے محدثین نے اپنی کتب میں تحریر فرمایا۔
علمائے امت نے اس کی توثیق وتصویب فرمائی بعض حوالہ جات تو وہ ہیں جو مخالفین کی نظر میں بھی درخور اعتنا ہیں۔ پھر شیخ محقق کے حوالہ سے حدیث **اول ما خلق اللہ نوری** کی اصل ٹھہرائی گئی۔ وہی شیخ محقق حدیث لولاک کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ''وبہ تحقیق وارد شدہ است الخ'' آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں باقی کسی حدیث کا کتب صحاح میں نہ ہونا نہ اس کی صحت کو منافی نہ ضعف کو لازم جیسا کی محشی نسائی نے لمعات کے حوالہ سے صفحہ ۶۱ حاشیہ ۲ پر تحریر فرمایا ہے جو اہل علم کیلئے عجیب چیز ہے۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
ما ادخلت فی کتب الجامع الاما صح وترکت کثیرا من الصحاح لحال الطول فتدبر.
حرف آخر: بہر حال مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ ظاہر ہے کہ ''حدیث لولاک'' آئینہ بے غبار کی طرح صاف وشفاف ہے اس پر ضعف ووضع کا گمان باعث صد حرمان ہے۔ اس پہ یقین علامت ایمان ہے۔

روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازِ تکلم

از:-الحاج حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی، خطیب وامام مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام نگر، کپالی، پوسٹ: پارڈیہہ، مانگو، جمشید پور

ضبط کروں میں کب تک آہ ☆ چل میرے خامہ بسم اللہ

محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد وہی فرماتے تھے جو ان کے رب کریم کی مرضی ہوتی۔ جیسا کہ قرآن پاک میں صاف صاف ارشاد ہے۔

''وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَویٰ ۔ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُوْ حیٰ''

(سورۂ نجم آیت ۳-۴)

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر جو وحی انہیں کی جاتی ہے۔

اس مفہوم کو شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

ہزار ہا ہزار جان سے ہم قربان اس انداز گفتگو پر جس کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لاکھوں لاکھ درود وسلام اس طرز گفتگو پر جس کو اللہ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پسند فرمایا۔ اے سیرت کے جاں نثارو! محبوب کبریا فخر موجودات روحی فداہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز گفتگو جاننا ہو تو قرآن پاک کا مطالعہ کرو۔ جس ذات عالی صفات کی حمد وثناء میں خود کلام ربانی ناطق ہے ''وَ اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْم۔''

ترجمہ: اور بے شک تمہاری خو بڑی شان کی ہے۔

(سورۂ القلم آیت ۴)

اور جس ہستی کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا۔

''اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَن''

ترجمہ: برائی کو بھلائی سے ٹال۔ (سورۂ حٰم سجدہ آیت ۳-۴)

دوسری جگہ یوں مخاطب فرمایا'' وَ جَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ'' (سورۂ نحل آیت ۱۲۵)۔ (ترجمۂ کنز الایمان) اور ان سے اس طریقے پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔

ایسی پاک اور برگزیدہ ہستی کے انداز گفتگو کو کیسے کماحقہٗ بیان کیا جاسکتا ہے۔

تکلم انسان کے علم، کردار اور مرتبے کو پوری طرح بے نقاب کر دیتا ہے۔ موضوعات اور الفاظ کا انتخاب، فقروں کی ساخت، آواز کا اتار چڑھاؤ، اسلوب اور بیان کا زور یہ ساری چیزیں واضح کر دیتی ہیں کہ متکلم کس پائے کی شخصیت کا علمبردار ہے۔

روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو میں الفاظ اتنے ٹھہر ٹھہر کر ادا کرتے کہ سننے والا آسانی سے یاد کر لیتا بلکہ الفاظ ساتھ ساتھ گنے جاسکتے تھے۔ اُمّ مَعبد نے کیا خوب تعریف بیان کی کہ گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی، الفاظ نہ ضرورت سے زیادہ، نہ کم، نہ کوتاہ سخن، نہ طویل گو، مکروہ اور فحش اور غیر حیادرانہ کلمات سے تنفر تھا۔ گفتگو میں بالعموم مسکراہٹ شامل رہتی۔

عبداللہ ابن حارث کا بیان ہے کہ میں نے حضور سے زیادہ

کسی کو مسکراتے نہیں دیکھا۔ بات کرتے ہوئے بار بار آسمان کی طرف دیکھتے۔ گفتگو کے دوران میں کسی بات پر زور دینے کے لئے ٹیک سے اُٹھ کر سیدھے ہو بیٹھتے اور خاص جملوں کو بار بار دہراتے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے محسن کائنات کے انداز گفتگو کو کس قدر حسین اور جامع انداز میں بیان فرمایا۔

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اسکی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

سچ ہے عاشق رسول ﷺ نے جو فرمایا۔ اس سے انحراف ممکن نہیں۔ ایسی پاکیزہ و برگزیدہ ہستی کے انداز گفتگو کو کیسے کماحقہٗ بیان کیا جاسکتا ہے۔

حضور کا ارشاد گرامی ہے: اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاق۔ بے شک اخلاق کی خوبیاں پوری کرنے کے لئے میری بعثت ہوئی۔

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ''جوامع الکلم'' کا معجزہ عنایت فرمایا تھا جو عربوں کے دعوائے فصاحت و بلاغت کا مسکت جواب تھا۔ حضور خود ارشاد فرماتے ہیں: "اُوْتِيْتُ جَوَامِعُ الْكَلِمُ" میں جوامع الکلم دیا گیا ہوں۔ آپ ﷺ مختصر بات فرماتے یا کرتے تھے جس کے حروف کم ہوتے لیکن مفہوم اور معانی کثیر ہوا کرتے تھے۔ جو مضامین بڑے بڑے فصحاء اور بلغاء طول کی وجہ سے جسکی تفہیم سے عاجز آجاتے تھے۔ سیدنا محمد ﷺ چند ہی کلمات میں حل فرماتے اور آپ کا دلکش انداز گفتگو جاہل سے جاہل قوم اور سرکش سے سرکش انسان کے دل کی گہرائیوں میں آپ کا کلام اُتر کر اپنا کام کر جاتا تھا۔ حدیثوں کے ذخیرہ سے یہاں ہم چند مثالیں بیان کرتے ہیں:

(۱) اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَ ۔ آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہو۔ کم سے کم لفظوں میں زیادہ سے زیادہ معانی پیش کرنے میں سرور دوعالم ﷺ اپنی مثال آپ تھے اور اسے خصوصی عطیات رب میں شمار کیا جاتا ہے۔

(۲) اَسْلِمْ تَسْلِمْ ۔ تم اسلام لاؤ تو سلامتی پاؤ گے۔ (دعوتی خط بنام ہرقل روم)

(۳) انما الاعمال بالنیات۔ اعمال نیتوں پر منحصر ہیں۔

(۴) لیس للعامل من عمله الا مانواه۔ کسی عمل کرنے والے کو اپنے عمل میں سے بجز اس کے کچھ نہیں ملتا ہے جو کچھ کہ اس نے نیت کی ہے۔

(۵) الولد للفراش وللعاهر الحجر۔ بیٹا اس کا جس کے بستر پر (گھر میں) ولادت پائے اور زانی کے لئے پتھر۔

(۶) الحرب خدعة۔ جنگ چالوں سے لڑی جاتی ہے۔

(۷) المجالس بالاما نة ۔ مجالس کے لئے امانت (رازداری) لازم ہے۔

(۸) ترك الشر صدقة۔ برائی سے باز آنا بھی صدقہ (نیکی) ہے۔

(۹) سید القوم خادمهم ۔ قوم کا سردار وہ ہے جو اس کی خدمت کرے۔

(۱۰) كل ذی نعمة محسود ۔ ہر نعمت پانے والے سے حسد کیا جاتا ہے۔

(۱۱) الكلمة الطيبة صدقة۔ حسن گفتار بھی ایک صدقہ (نیکی) ہے۔

(۱۲) من لا یرحم لا یُرحم ۔ جومخلوق پر (خصوصاً انسانوں پر) رحم نہیں کرتا اس پر (خدا کی بارگاہ سے) رحم نہیں کیا جائے گا۔

احادیث اور سیرت کے ریکارڈ میں حضور کے جو اجزائے کلام ہیں وہ موتیوں سے بیشمار درجہ چمک اور اپنے اندر بے پناہ معانی رکھتے ہیں۔

شمائل ترمذی میں باب کیف کان کلام رسول الله کے تحت حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ آقا ﷺ گفتگو فرماتے صاف صاف اور ٹھہر ٹھہر کر۔ جو بھی خدمت اقدس میں بیٹھتا اس کو یاد کر لیتا۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین با آسانی یاد کر لیتے تھے۔ حکیمانہ غور وفکر سے بھر پور ارشادات سے پورا پورا فائدہ اُٹھاتے تھے۔ اسی کو قرآن میں سورۂ آل عمران کے اندر یوں ارشاد فرمایا گیا ''تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوا اور اگر تُند مزاج اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے'' (آیت مبارکہ ۱۵۹) ۔

جو لوگ عظمت کا راز منھ بسورنے اور تیوری چڑھائے رکھنے میں سمجھتے ہیں وہ سیرت پاک سے ناواقف اور درحقیقت جاہل ہوتے ہیں۔ عظمت تو یہ ہے کہ قدموں میں دنیا کی دولت ہو اور تکبر کا نام ونشاں نہ ہو۔

الحمد للہ! ماہ ربیع الاول آ گیا ولادت پاک ۱۲ر ربیع الاول دوشنبہ قبل طلوع آفتاب ۲۰ر اپریل ۵۷۱ء موسم بہار آ گیا ۱۴۴۲ سال سے یہ پیہم آ رہا ہے اور تا بہ قیامت آتا رہے گا۔

یہ مہینہ مسلم قوم کے لئے خوشیوں کی بہار ہے صرف اس لئے کہ اس مہینہ میں دنیا کی خزان ضلالت ختم ہوگئی تھی اور کلمۂ حق کا موسم بہار ربیع الاول شروع ہوا تھا۔ انسانیت کے سرتاج آقائے دو جہاں محسن کائنات ﷺ کی سیرت پر ہم سبھی مسلمانوں کو عمل کی سخت ضرورت ہے ۔ تاکہ دنیا میں امن قائم ہو۔ لاکھوں درود وسلام ہوں مصطفیٰ جان رحمت پر۔ اللہ ہم تمام مسلمانوں پر کرم فرمائے اور سیرت رسول پر عمل کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے ۔ سیرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک درخشاں باب یہ بھی ہے کہ ہمارے آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود تجارت، کاروبار اور اجرت پر کام کر کے اپنی امت کو یہ درس دیا ہے کہ امت مسلمہ کو کسب معاش کے لیے ہمہ وقت کمر بستہ رہنا چاہیئے اور فقیری وغربت کی زندگی سے اپنے آپ کو بچا کر محتاجی اور کسی دوسرے کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے حتی المقدور دور ونفور رہنا چاہیئے ۔ ایک وفادار امتی کا طرۂ امتیاز یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے اعمال، اقوال اور رفتار وگفتار کو اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی درخشاں زندگی کے روشن نقوش کی کرنوں سے روشن ومنور کرے ۔ سیرت مبارکہ کے حسین تذکرے کے ضمن میں ہم اپنے قارئین کے سامنے اپنے آقا کی حیات پاک کا وہ روشن باب پیش کرنا چاہتے ہیں کہ موجودہ دور میں جس کی اہمیت وافادیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اور وہ ہے اپنے سماج اور معاشرے سے بھک منگوں اور غربت وافلاس کے خاتمے کی تحریک ۔ آئیں اور دیکھیں کہ کسب معاش اور روزی کے حصول کو ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنی اہمیت دی ہے۔

نوکری کرنے کا بڑھتا رجحان، تجارت سے غفلت لمحہ فکریہ!

الحمد للہ رب العالمین، اللہ رب العزت کے لئے تمام

تعریف ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے، اللہ پاک ہر مخلوق کو رزق عطا فرماتا ہے، اسی طرح انسانوں کو بھی زندہ رہنے کی بنیادی ضرورتوں میں ہوا، پانی کے ساتھ کھانا بھی انتہائی ضروری ہے، کھانے کے لئے اور زندگی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے انسان کو کچھ نہ کچھ کام کرنا بھی ضروری ہے، جس سے وہ روپئے کما کر اپنی اور اس کے ذمے جو لوگ ہیں ان کی بھوک پیاس کے ساتھ ساتھ دیگر ضروریات پوری کرے۔

موجودہ دور میں انسانوں کے رہنے سہنے، کھانے پینے کے انداز بدل گئے ہیں، جس کے لئے کمانا اور ضروری ہو گیا ہے، حضرت انسان اس میں ایسا مشغول ہوتا جارہا ہے جس نے صرف کمانے کو ہی مقصد حیات بنالیا ہے، جو کہ یقیناً نقصان دہ ہے، صوفیا فرماتے ہیں جو شخص اپنے آپ کو ہمہ تن اور ہر وقت دنیا کمانے میں مصروف (Busy) رکھتا ہے، وہ کم نصیب ہے، اسی طرح جو شخص خدائے تعالیٰ پر توکل واعتماد کے بہانے اپنے آپ کو آخرت کے لئے دن رات مصروف (Busy) رکھتا ہے، وہ بھی کم نصیب ہے، دنیا میں رہو مگر دنیا کے ہو کر نہ رہ جاؤ۔

اعتدال یہ ہے کہ آدمی دنیا میں مصروف ہو کر کمائے، مگر آخرت کو بنانے میں بھی لگا رہے۔ یعنی دنیا کمانے میں بھی، آخرت کے کام بنانے میں بھی لگا رہے اور اس طرح زندگی گزارنا افضل عبادت اور جہاد بھی ہے، بڑے واضح انداز میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت موجود ہے ''کہ ایک دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک قوی نوجوان ادھر سے گزرا، اور ایک دکان میں چلا گیا، صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے افسوس کیا، کہ اتنے سویرے سے راہِ خدا میں اس کو اٹھنا تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کہو کیوں کہ اگر وہ اپنے آپ کو یا اپنے ماں باپ یا بیوی بچوں کو لوگوں سے بے پرواہ کرنے جارہا ہے تو بھی وہ راہِ خدا میں ہے''۔ [کشف القلوب ج۔2 ص۔82]

بھیک منگوں ومحتاجوں سے پاک معاشرہ ہو: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے واضح انداز میں کسبِ معاش [روزی کمانے] کے دونوں رخ کھول دیئے، نوکری بھی کر سکتا ہے، اور تجارت بھی، کسبِ معاش پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا زور دیا ہے، محتاجی وبیکاری سے بچنے اور سماج وسوسائٹی کو بھیک منگوں محتاجوں سے پاک رکھنے کے لئے حصول رزق کی کتنی اعلیٰ تعلیم دی ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''کہ جو شخص مخلوق سے بے نیاز ہوا اور عزیز واقارب وپڑوسیوں کے ساتھ صلہ رحمی میں لگا رہا'' قیامت کے دن اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح منور وتاباں ہوگا۔ دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ سچا تاجر قیامت کے دن صدیقین وشہدا کے ساتھ اٹھایا جائے گا، اور فرمایا: کہ ہنر مند وحرفت [کاریگر] والے مسلمان کو خدائے تعالیٰ دوست رکھتا ہے، پیشہ ور لوگوں کی کمائی سب چیزوں سے حلال ہے اگر وہ نصیحت بجالائے۔

کسبِ معاش کی اہمیت وافادیت ہر دور میں مسلم رہی ہے، کیوں کہ محتاجی وفقر کی حالت میں ایمان کی سلامتی خود ایک عظیم امتحان سے کم نہیں ہے۔

بھکاریوں کی دوڑ میں مسلمان آگے: مسلمانوں کی

غریبی اوران کے پچھڑے پن کولیکر بڑی بڑی باتیں ہورہی ہیں، لیکن افسوس نہ حکومتیں اس معاملے میں سنجیدہ ہیں اور نہ مسلمان بھی، ترقی کے زینہ یعنی تعلیم سے مسلمان ابھی تک پوری طرح جڑ نہیں سکے ہیں، ڈاکٹر وانجینئر بننے کے بجائے بھکاریوں کی صف میں مسلمان آگے نکل گئے ہیں، تعلیم ہی انسان کو ہر طرح کی ترقی وسوجھ بوجھ سے آگے بڑھنے کا راستہ بتاتی ہے، اس سے ہم دور ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے علم حاصل کرنے کے لئے اگر چین بھی جانا پڑے تو جائیں، لیکن تعلیم میں ہی مسلمان بہت کمزور ہیں، جس کی وجہ سے آج سب سے پچھڑی قوم مسلمان ہوگئی ہے۔

سچر کمیٹی کی سفارشات نہ لاگو ہوئیں اور نہ ہی لاگو ہونے کی امید ہے، مسلمان بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں، حکومت کی طرف نظر اور آس لگائے ہوئے ہیں، خود کچھ کرگزرنے کی ہمت، تو دور کی بات، سوچ بچار بھی نہیں کررہے ہیں، سچر کمیٹی کی رپورٹ کا زخم ابھی تازہ ہی تھا کہ 2011 کی مردم شماری کی رپورٹ نے ساری قلعی کھول دی، جب سچر کمیٹی کی رپورٹ سامنے آئی تو کئی مسلم طبقے آگے آئے اور مسلمانوں کے ضمیر کو جھنجھوڑا، مسلمان گہری نیند سے جاگے اور واویلا ہوا، اور پھر سو گئے اور اب 2011 کی مردم شماری کی رپورٹ نے مسلمانوں کو سوچنے کے لئے مجبور کردیا ہے، صرف حکومت کی جانب آس لگانے سے کچھ نہیں ہونے والا۔ سر جوڑ کر اور بیٹھ کر حل نکالنا ہوگا، اس کے لئے علمائے کرام دانشور حضرات چھوٹے چھوٹے این جی او محلّہ محلّہ میٹنگ کریں، لوگوں کو سمجھائیں، چھوٹے پیمانے پر ہی شروعات کردیں، تو ضرور فائدہ ہوگا، ورنہ ابھی ہر چار بھکاری میں ایک مسلمان ہے، کوئی بعید نہیں، تعداد اور بڑھ جائے۔

واضح رہے 2011 کی مردم شماری کی رپورٹ حال ہی میں جاری ہوئی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ آبادی میں ہر چار میں ایک بھکاری مسلمان ہے، پوری دنیا کی آبادی 14.23 ہے، جبکہ 3.7 لاکھ بھکاریوں میں پچیس فیصد مسلمان ہیں، 2011 کی مردم شماری میں یہ بات سامنے آئی کہ حکومت کی متعدد پالیسیاں کدھر جارہی ہیں، اور اس کا فائدہ کس قوم اور طبقے کو ہورہا ہے، رپورٹ کے مطابق 72.89 کروڑ لوگ بے روزگار ہیں، جبکہ 3.7 لاکھ بھکاری ہیں، ان بھکاریوں میں مسلمان سب سے زیادہ ہیں، 92 ہزار 760 مسلمان بھکاری ہیں، اس رپورٹ میں یہ بات بھی آئی ہے کہ مسلم مردوں کے مقابلے میں عورتیں زیادہ بھیک مانگنے والوں میں شامل ہیں، جبکہ دیگر قوموں کا معاملہ اس کے برعکس ہے، اس میں عورتیں کم اور مرد زیادہ ہیں، کل مرد بھکاریوں کی تعداد 53.13 فیصد جبکہ عورت بھکاریوں کی تعداد 46.87 فیصد ہے، اس کے برعکس مسلمان ہیں 43.61 فیصد مرد اور عورتوں کا گراف 56.38 عورت بھکاریوں کی تعداد ہے۔

Tata Institute of Social Sciences کے Field Action Project Co-ordinator جناب محمد طارق صاحب نے بتایا کہ بھکاریوں کی تعداد زیادہ ہونے کی کئی وجوہات ہیں، حکومت کی جانب سے جو پالیسیاں لاگو کی گئیں، ان کا استعمال ٹھیک طور پر نہیں کیا گیا، پچھڑے علاقوں میں حکومت کی اسکیمیں پہنچائی نہیں جاسکیں، اور وہاں کوئی کام نہیں ہوسکا۔ تلجہ کے ایک N.G.O کے محمد توصیف الرحمٰن کا کہنا ہے یہ مسئلہ آج کا نہیں

بلکہ بہت پرانا ہے، اس معاملے میں کبھی کسی بھی پارٹی نے سوچا ہی نہیں، نظر بھی نہیں کی، اور سب سے بڑی بات خود مسلمانوں نے ہی نہ کچھ سوچا نہ کیا، مسلم علاقے میں گندگی کے ڈھیر رہتے ہیں، پورے بنگال میں 85 سے 90 ہزار کچڑے اٹھانے والے لوگ ہیں جن کا کام روزانہ کچڑا اٹھانا ہے، ان میں ساٹھ فیصد مسلمان ہیں، ان کی یومیہ آمدنی 80 سے 110 روپئے ہوتی ہے، کلکتہ کے پارک سرکس، پگلا ہاٹ، نارکل ڈانگہ میں ایسے لوگ بھرے پڑے ہیں، ایک ایک گھر میں چھ سے دس افراد رہتے ہیں، تعلیم یافتہ نہیں ہونے کی وجہ سے یہ کسی اور جگہ کام بھی نہیں کر سکتے۔ یہ مسئلہ برسوں سے چلا رہا ہے، لیکن ان دنوں کارپوریشن کی جانب سے کمپیکٹر اسٹیشن بنا دئے گئے، جس کی وجہ سے کچڑے کے انبار کم ہوگئے ہیں، اس وجہ سے ان کا یہ کام بھی ان کے ہاتھوں سے نکلا جارہا ہے، لہٰذا بھیک مانگنے کے سوا کوئی چارہ نہیں، انہوں نے کہا کہ آئندہ دنوں میں اس سے بھی بھیانک صورت حال ہوگی، رپورٹ لکھنے کے لئے ایک دفتر چاہئے (Sunday Weekly Guldasta-e-Mashriq : Vol 11, Issue No. 33)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسبِ معاش: ابوطالب کی مالی حالت تسلی بخش نہ تھی، اہل وعیال کی کثرت نے اس کمزوری کو مزید تکلیف دہ بنا دیا تھا، اس لئے حضور جب نو یا دس سال کے ہوگئے تو آپ نے بعض کی بکریوں کے ریوڑ [بکریوں کا غول] اجرت پر چرانے شروع کر دیئے، تاکہ اپنے چچا کا ہاتھ بٹائیں، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے "قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مابعث الله نبيا الا راعى غنم وقال له اصحابه ، وانت يارسول الله! قال وانا رعيتها لاهل مكة بالقراريط" "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر اس نے بکریوں کو چرایا ہے، اصحاب نے عرض کیا، یا رسول اللہ کیا آپ نے بھی؟ فرمایا: میں قراریط کے عوض اہلِ مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا، [قراریط یہ قیراط کی جمع ہے اور یہ دینار کے چھٹے حصے کی چوتھائی کو کہتے ہیں، اور بعض نے کہا دینار کے بیسویں حصہ کو قیراط کہتے ہیں، لیکن شیخ ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ایک اور مفہوم بیان کیا ہے، لکھتے ہیں۔ بکریوں کے دودھ کا حصہ جو حضور اجرت کے طور پر لیا کرتے تھے، اور جو ابوطالب کے اہل وعیال کے ساتھ آپ بھی غذا کے طور پر استعمال فرمایا کرتے تھے] [سیرت رسول المعروف ضیاء النبی ج۔2 ص۔103/104]

پیٹ کی بھوک اور پیاس مٹانے اور انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے نوکری وتجارت کرنا اور حلال طریقہ سے روزی حاصل کرنا اسلام کے ایک اہم پیغام میں سے ہے، یاد رکھیں یہ دنیا دار العمل ہے، یہاں ہم سب کو کام کرنا ہے، اور وہ کام کرنا ہے جو آخرت کی کھیتی بنائے، اس لئے ہمارے لئے از حد ضروری ہے کہ اپنے اہل وعیال کے حصول رزق کے لئے محنت ومشقت کریں، چونکہ کسب حلال کرنا اور اپنی فیملی کی کفالت کرنا اور بچوں کو محتاجی وبیکاری سے بچانا سب سے بڑی عبادت ہے۔

لگی روزی نہ چھوڑیں: آج کل لگی روزی چھوڑنے کا

رواج بنتا جارہا ہے، بہتر سے بہتر کی تلاش میں لگی روزی چھوڑ دیتے ہیں، خواہ نوکری ہو یا تجارت، موجودہ دور میں نوکری ملنا کتنا مشکل ہو گیا ہے، لکھنے کی ضرورت نہیں، گورمنٹ نوکری{Service} میں تو مسلمانوں کے لئے تقریباً دروازے بند ہی ہو چکے ہیں، پرائیوٹ سیکٹر میں بھی حد درجہ Competition ہے، اور سخت مقابلے بھی، جسے نوکری ملتی ہے، ان کو اتنی محنت کرنی پڑتی ہے وہی جانتے ہیں، اس کے علاوہ کب ہٹا دیا جائے گا کوئی ٹھیک نہیں، ہر وقت نکالے جانے کا ڈر لگا رہتا ہے، ڈور سے بندھی تلوار اوپر لٹکی رہتی ہے، کب ڈور ٹوٹی اور تلوار اوپر گری۔

آج نوجوانوں میں تجارت کی طرف دلچسپی نہ کے برابر ہے، جو کہ لمحہ فکریہ ہے، حالاں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت فرمائی، اور اس کی بے شمار فضیلتیں حدیث میں وارد ہیں، صحابہ کرام و بزرگان دین نے بھی تجارت{Business} کی اور خوب کمایا، اور دل کھول کر اللہ کی راہ میں اور ضرورت مندوں پر خرچ کیا، نوکری میں محدود(Fixed) آمدنی ہوتی ہے جس سے ماہ کے آخر آتے آتے دن میں تارے نظر آنے لگتے ہیں، تجارت میں بہت برکت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے رَبُّکُمُ الَّذِیۡ یُزۡجِیۡ لَکُمُ الۡفُلۡکَ فِی الۡبَحۡرِ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ اِنَّہٗ کَانَ بِکُمۡ رَحِیۡمًا [القران سورۃ الانبیاء-17- آیت66] **ترجمہ**: تمہارا رب وہ ہے جو سمندر [اور دریا] میں تمہارے لئے [جہاز] وکشتیاں رواں فرماتا ہے، تا کہ تم [اندرونی و بیرونی تجارت کے ذریعہ] اس کا فضل [رزق] تلاش کرو، بیشک وہ تم پر بڑا مہربان ہے۔

اللہ کے رسول ارشاد فرماتے ہیں کہ تجارت کرو کیوں کہ رزق کے دس دروازے ہیں، دس حصے ہیں، نو حصے فقط تجارت میں ہیں، کتنی وافر مقدار میں روزی تجارت کے اندر ہے، اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ سوال کرنا، بھیک مانگنا انتہائی قبیح کام ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر مفلسی کے ستر دروازے کھول دیتا ہے۔

(بہار شریعت)

سوال ہر کسی کو حلال نہیں: آج کل ایک عام بلا پھیلی ہوئی ہے کہ اچھے خاصے تندرست ہیں، چاہیں تو کمائیں، چاہیں تو کما کر اوروں کو بھی کھلائیں، مگر انھوں نے اپنے وجود کو بے کار کر رکھا ہے، کون محنت کر کے مصیبت جھیلے، اس محنت سے جو مل جائے، ناجائز طور پر سوال کرتے ہیں، بھیک مانگتے ہیں، مزدوری، نوکری، چھوٹی موٹی تجارت کو ننگ و عار خیال کرتے ہیں اور بھیک مانگنے میں بے عزتی محسوس نہیں کرتے۔ افسوس! اور شرم کا مقام ہے، اللہ ہدایت دے۔

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس پر فاقہ نہ گزرا اور اتنے بال بچے ہیں کہ جن کی طاقت نہیں اور سوال [بھیک مانگنے] کا دروازہ کھولا، اللہ ان پر فاقہ کا دروازہ کھول دے گا ایسی جگہ سے جو اس کے دل میں بھی نہیں [شعب الایمان باب فی الزکاۃ، الحدیث1739]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا اور پوچھا تو کیا کام کرتا ہے؟ عرض کیا میں عبادت میں لگا رہتا ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا روزی کہاں سے کھاتا ہے؟ عرض کیا میرا ایک بھائی ہے وہ مجھے روزی مہیا کرتا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام

نے فرمایا تیرا بھائی تجھ سے زیادہ عابد ہے۔

متقیوں کے نزدیک رزق حلال کا حصول ایمان کا ایک حصہ ہے، فکر آخرت مومن کا عظیم سرمایہ ہے لیکن اس قدر اور اس حد تک نہیں کہ جہاں فکر آخرت حقوق العباد میں رکاوٹ بن جائے، اور اس کے زیر کفایت بیوی، بچوں، ماں باپ، اور رشتہ داروں کے سر پر محتاجی وتنگ دستی کے بادل چھا جائیں، کیوں کہ معاشی تنگی وقار انسانیت کے لئے سیاہ دھبہ ہے، جولوگ بیوی بچوں کو چھوڑ کر تبلیغ کے نام پر تین دن، چالیس دن باہر چلے جاتے ہیں اور بیوی بچے کسمپرسی کی حالت میں بیماری وطرح طرح کی پریشانیاں جھیلتے رہتے ہیں، ان کو اس حدیث سے عبرت حاصل کرنا چاہئے۔

کمانے کی اہمیت ہر دور میں مسلّم رہی ہے، اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کسبِ معاش کے تعلق سے ارشاد فرماتا ہے: وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ ط، قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ [القران، سورۃ الاعراف 7, آیت 10]

ترجمہ: اور ہم نے ہی تم کو زمین دی اور اس میں تمہارے لئے روزی کے [ہر قسم] اسباب پیدا کئے، مگر تم بہت ہی کم شکر گزار ہو، [کنزالایمان]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا، اور ہم نے دن کو معاش بنایا [حصول رزق کے لئے] اللہ رب العزت نے معاش روزی کو نعمت قرار دیا، اور اس پر شکر الٰہی کا حکم بھی فرمایا: وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ۔

[القران سورۃ حجر 15 آیت 20]

ترجمہ: اور ہم نے اس میں تمہارے لئے روزی کے سامان کر دیئے، اور ان کے لئے بھی جن جن کے رزق دینے والے تم نہیں۔

[کنزالایمان]

مذکورہ بالا آیت میں رب تعالیٰ نے بندوں کو واضح انداز میں حصول رزق اور کسب معاش کی تعلیم دی ہے، تفسیر ابن عباس میں ہے کہ ہم نے زمین میں تمہارے لئے عیش وعشرت کی چیزیں مہیا کیں، پھل فروٹ، میوے، کھانے پینے کی چیزیں اور ان کو بھی رزق دیتا ہوں جن کو تم رزق نہیں دیتے، یعنی پرندے وغیرہ ودیگر حیوانات، سب کو روزی دیتا ہوں، یہاں تک کہ ماں کے رحم میں جو بچے ہوتے ہیں ان کو بھی رزق دیتا ہوں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ کسبِ معاش نہ چھوڑو، اور یہ نہ کہو کہ حق تعالیٰ روزی دے گا، کیوں کی حق تعالیٰ آسمان سے سونا چاندی نہیں بھیجتا، یعنی اس بات کی اسے قدرت ہے مگر کسی حیلے سے اللہ روزی عطا فرماتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے وہ جگہ جہاں میری موت آئے، بہتر ہے اس سے کہ میں اپنے اہل وعیال کے لئے تجارت کرتا رہوں، اپنے کجاوے فروخت کرتا رہوں، حضرت ابوایوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابوفتوبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بازار کو لازم کرلو، اس لئے کہ غنا عافیت کا نام ہے، یعنی لوگوں سے غنا میں عافیت ہے، جس میں اللہ کی عبادت اطمینان وسکون سے کی جائے۔

صالحین کرام صنعت وحرفت اور کسب وتجارت کو مقدم [Firstchoice] لازم سمجھتے، تاکہ لوگوں سے سوال [بھیک مانگنے] کی ذلت سے بچ جائیں، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو روزی کا محتاج ہے،

اگر وہ جماعت کے ساتھ نماز کو جائے تو کیا اسے اس دن لوگوں سے سوال کرنے کی حاجت ہوگی؟ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا وہ روزی کمائے اور تنہا نماز ادا کرے۔

[کشف القلوب ج2،ص89]

حدیث پاک میں آیا ہے کہ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی کا ذکر کیا، اور اس کی بہت تعریف کی اور سفر وحضر میں اس کی عبادت کا بیان [چرچا] کیا، حضور نے دریافت فرمایا اس کو کھلاتا پلاتا کون ہے؟ اس کے جانوروں کو چارہ کون دیتا ہے؟ اور اسے کاروبار سے کس نے مستغنی کر رکھا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ. ہم لوگوں نے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم سب لوگ اس سے بہتر ہو۔

[تنبیہ المغترین، امام شعرانی]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ تم میں سے نیک وہ ہے جو آخرت و دنیا دونوں کا کام کرے، حضرت سلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: کہ تو تو اپنے قدموں کو عبادت کے لئے کمر بستہ رکھے، اور کوئی دوسرا تمہاری خاطر مصیبت اٹھائے، یہ کوئی خوبی نہیں ہے، بلکہ خوبی یہ ہے کہ پہلے اپنی روٹی گھر میں جمع کر، اور پھر نماز پڑھ، اس کے بعد پرواہ مت کر کہ کون دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، برخلاف اس شخص کے جو گھر میں کھڑا نماز پڑھے اور آس پاس کھانے کو کچھ نہ ہو، پھر وہ شخص دروازہ کھٹکھٹائے تو دل میں یہ خیال کرے کہ کوئی روٹی لایا ہے، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دوستوں سے فرمایا کرتے تھے کہ روزی حاصل کیا کرو، کیوں کہ اکثر لوگ جو امراء کے دروازے پر جاتے ہیں وہ ضرورت کے لئے جاتے ہیں۔

اولاد آدم کو ایک ہزار صنعتیں: حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک ہزار صنعتیں [ہنر وتجارت] سکھلائی تھیں اور فرمایا کہ اپنی اولاد کو کہہ دو کہ ان کو سیکھ لیں، اور ان سے اپنا پیٹ پالیں، اور اپنے دین کو بیچ کر نہ کھائیں۔

حلال رزق کے جو بھی طریقے میسر آئیں، استعمال کریں، صرف نوکری، نوکری، نوکری کی طرف نہ بھاگیں، بے پناہ دباؤ اور بارہ سے چودہ گھنٹے سخت ڈیوٹی جواب دہی کے ساتھ۔ خود سوچیں، تجارت میں بہت ہی زیادہ برکت ہے، سنت بھی ہے، اللہ کے رسول نے بھی تجارت کی، ابوطالب کی مالی حالت خوش کن نہ تھی، تنگ دستی کا اکثر سامنا آپ کو رہتا، آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تجارتی قافلہ ملکِ شام جانے والا ہے، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کئی لوگوں کو اجرت [حق الخدمت] دے کر بھیج رہی ہیں کہ وہ ان کا مال لے جائیں اور تجارت کریں، آپ جاؤ اور اپنی خدمت پیش کرو، حضور کی غیرت نے کسی کے پاس طالب اور سائل بن کر جانا گوارہ نہ کیا، اور اپنے چچا کو جواب دیا: ولعلها تر سل الی فی ذالك ، شاید وہ خود ہی مجھے اس سلسلے میں بلوا بھیجیں، ابوطالب نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ کسی اور کو مقرر کر دے گی، پھر آپ ایک ایسی چیز کو طلب کریں گے جو پیٹھ پھیر چکی ہوگی، اس پر حضور نے جواب میں خاموشی اختیار کر لی، اللہ کے کرم سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس گفتگو کا علم ہو گیا تو فوراً پیغام بھیج کر بلایا اور کہا میں یہ ذمہ داری اس لئے آپ کے سپرد کرتی ہوں کہ میں نے آپ کی سچائی، دیانتداری اور خلق کریم کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے، اگر آپ یہ پیشکش قبول فرمالیں تو جو معاوضہ میں

دوسروں کو دیتی ہوں، اس سے دوگنا آپ کو دوں گی، حضور نے اس کا ذکر اپنے چچا سے کیا، آپ کے چچا نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا یہ رزق اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہِ خاص سے آپ کی طرف بھیجا ہے، آپ نے پیشکش قبول فرمائی اور تجارت شروع کردی، بے پناہ فائدہ حاصل ہوا، اور آپ تجارت فرمانے لگے، تاریخ کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ ذکر موجود ہے، مطالعہ فرمائیں۔

رزق کا ذریعہ منجانب اللہ ہے : جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے لئے حصولِ رزق کا ایک ذریعہ مقرر فرمادے اور اس کے ذریعہ سے اس کو رزق مل رہا ہو تو اس میں لگا رہے، بلاوجہ اس کو چھوڑ کر الگ نہ ہو، جیسے آج کل نوجوان بہتر اور زیادہ کے لالچ و چکر میں لگی روزی بھی گنوادے رہے ہیں، بہت سے واقعات شاہد ہیں، اس میں دلجمعی سے لگا رہے، جب تک وہ خود اس کے ہاتھ سے نکل نہ جائے، یا ایسے ناموافق حالات پیدا ہوجائیں، جس سے آگے جاری رکھنا مشکل ہوجائے، جب اللہ تعالیٰ نے کسی ذریعہ سے رزق وابستہ کردیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی عطا و رحمت ہے، اللہ نے ذریعہ لگا دیا یہ منجانب اللہ ہے، اب منجانب اللہ کو اپنی طرف سے بلاوجہ نہ چھوڑے۔

روزگار اور معیشت کا نظام خداوندی عجیب ہے، جس کو ہماری عقل نہیں سمجھ سکتی ہے، اللہ فرماتا ہے: اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ ط نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔

[القران سورہ زخرف آیت 32]

ترجمہ : کیا آپ کے رب کی رحمت کو یہ تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے ہی ان کی زندگانی دنیا کی روزی ان میں تقسیم کی ہے، جب اللہ نے انسانی معیشت [روزی] کا نظام خود ہی بنایا ہے، اور ہر ایک کے دل میں یہ ڈال دیا کہ تم یہ کام کرو اور تم یہ کام کرو، اور تمہارا رزق اسی ذریعہ سے وابستہ کردیا تو اسی سے لگے رہو، بلاوجہ رزق حلال کو چھوڑ کر دوسری جانب فکر نہ کرو، کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اسی ذریعہ میں کوئی مصلحت رکھی ہو، جب تک کہ کوئی حالات نہ پیدا ہوجائیں، اس سے پہلے خود سے رزق کا دروازہ بند نہ کرو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو رزق کی اہمیت، تجارت کی اہمیت اور لگی روزی کی اہمیت جاننے کی توفیق عطا کرے، آمین ثم آمین۔

اب اس منظر سے اچھا کوئی منظر ہو نہیں سکتا

از:- عالیجناب محترم اسرار نسیمی صاحب، کنگھی ٹولہ بریلی شریف

کسی کو مرتبہ ایسا میسر ہو نہیں سکتا
کوئی ان کے سوا محبوب داور ہو نہیں سکتا

نبی نے استراحت بخش دی ہے جس چٹائی کو
کبھی اس سے سوا مخمل کا بستر ہو نہیں سکتا

مری آنکھوں نے دیکھا ہے نبی کا گنبد خضریٰ
اب اس منظر سے اچھا کوئی منظر ہو نہیں سکتا

بغیر امت کے آقا خلد میں تشریف لے جائیں
گوارا ان کو ہرگز روزِ محشر ہو نہیں سکتا

زمیں کا ایسا حصہ جس پہ ان کا جسم اطہر ہے
شرف میں عرش بھی اب اس سے بڑھ کر ہو نہیں سکتا

نبی نے جس زمانے میں گزاری زندگی اپنی
کوئی دورِ زماں ہو اس سے بہتر ہو نہیں سکتا

نبی کے فیض سے اسرارؔ جو محروم ہو جائے
کبھی اس کو میسر فضل داور ہو نہیں سکتا

''مسلم پرسنل لا'' کیا ہے؟

از:-مولانا طارق انور رضوی (کیرلا)

قریباً ایک ہزار سال تک ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت وبادشاہت قائم رہی۔ مسلم سلاطین وحکام نے بلاتفریق مذہب وملت ہر ایک اہل وطن کے ساتھ عدل وانصاف کی وہ روایت قائم کی کہ دنیا کی شاہی وجمہوری حکومتیں آج تک اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ ہر ہندوستانی معاشی طور پر خوشحال تھا، دولت وثروت کی ایسی فراوانی کہ ہندوستان ساری دنیا میں ''سونے کی چڑیا'' کے لقب سے متعارف ومشہور تھا۔ پھر انگلینڈ کے عیسائیوں نے ہندوستانی امراوحکام کو آپس میں لڑا کر اور مختلف عیاریوں کے ذریعہ ہندوستان کی اسلامی بادشاہت کو ختم کردیا۔

انگریزی حکومت ملک ہندوستان میں جاری اسلامی قوانین کو رفتہ رفتہ کالعدم قرار دینے کی کوشش میں لگی رہی۔ چنانچہ ۱۸۶۶ء میں اسلام کا فوجداری قانون ختم کردیا گیا۔ اس کے بعد قانون شہادت اور قانون معاہدات کو منسوخ کردیا گیا۔ اب معاشرتی وعائلی قوانین مثلاً نکاح، خلع، طلاق، میراث وغیرہ امور میں تبدیلی لانے کے لیے غوروفکر کا سلسلہ شروع ہوا۔ برٹش گورنمنٹ نے غوروفکر کے لیے رائل کمیشن (Royal Commission) مقرر کیا۔ اس کمیشن نے یہ رپورٹ پیش کی کہ معاشرتی قوانین میں تبدیلی براہ راست مذہبی امور میں مداخلت کے مترادف ہے، جسے مسلمان برداشت نہیں کرسکیں گے اور حکومت کے استحکام کو خطرہ لاحق ہوجائے گا۔ اس رپورٹ کی بنیاد پر ہندوستان کی انگریزی حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ معاشرتی وعائلی مسائل میں مسلمان، قانون شریعت پر اور ہندوقوم، شاستر پر عمل کرے گی۔

شریعت اپلی کیشن ایکٹ (Shariat Application Act,1937)

اسی درمیان ایک واقعہ پیش آگیا کہ ایک لڑکی نے اپنے باپ کی میراث کے لیے کورٹ میں مقدمہ دائر کردیا کہ میرے بھائی نے مجھے باپ کی میراث سے محروم کردیا ہے، جبکہ مذہب اسلام میں بہن کو بھائی کا نصف حصہ ملتا ہے۔ اس پر بھائی نے کورٹ میں بیان دیا کہ ہم نسلی طور پر فلاں ہندوقوم سے ہیں، جس میں لڑکیوں کو باپ کی میراث سے حصہ نہیں ملتا ہے۔ یہی رواج آج تک ہمارے خاندان میں چلا آرہا ہے۔ برطانوی قانون میں رواج کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ اس لیے جج نے لڑکے کے حق میں فیصلہ کردیا۔ یہ فیصلہ اسلامی شریعت کے خلاف اور عورتوں کے ساتھ ظلم کے برابر تھا۔ اس لئے علماومشائخ کی مشترکہ کوششوں سے ۱۹۳۷ء میں ''شریعت اپلی کیشن ایکٹ'' (Shariat Application Act, 1937) بنا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ نکاح، طلاق، خلع، ظہار، مبارات، فسخ نکاح، حق پرورش، ولایت، حق میراث، وصیت، ہبہ اور شفعہ سے متعلق معاملات میں اگر دونوں

فریق مسلمان ہوں تو شریعت محمدی کے مطابق فیصلہ ہوگا، خواہ عرف ورواج کچھ بھی ہو۔

آزاد ہندوستان کا دستور وآئین(Constitution of India)

ملک ہند کی آزادی کے بعد اہل ہند نے وزیر قانون ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی قیادت میں ایک مستقل ملکی دستور مرتب کیا، جس میں برٹش گورنمنٹ کے بھی بہت سے دفعات وقوانین باقی رکھے گئے اور بہت سے جدید اصول وضوابط بھی ترتیب دیئے گئے۔ ۲۶/جنوری ۱۹۴۹ء سے اس جدید دستور کا نفاذ ہوا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ملک ہندوستان کا دستور و آئین، دنیا کے تمام جمہوری ملکوں کے دستور پر فوقیت رکھتا ہے۔ دستور ہند کی دفعہ 25 میں ہر قوم اور ہر طبقہ کو مذہبی وتمدنی آزادی دی گئی۔ اسی طرح دستور کی دفعہ 30 , 29 ,26,27,28 میں ان امور کی وضاحت کی گئی ہے۔ دستور کی دفعہ 15 &16 میں بھی اس کی تشریح ہے۔ دفعہ 25 درج ذیل ہے۔

25-(1)Subject to public order,morality and health and to the other provisions of this part, all persons are equally entitled to freedom of conscience and the right freely to profess, practise and propagate religion.(The Constitution of India p.13)

بنیادی حقوق(Fundamental Rights)

ملکی دستور کے حصہ سوم (part III) میں دفعہ 12 سے 35 تک بنیادی حقوق کا بیان ہے۔ ان میں مرکزی حکومت یا ریاستی حکومت کو تبدیلی وتغیر کا اختیار نہیں دیا گیا ہے۔ اگر کوئی حکومت ان میں سے کسی قانون کو رد کرتی ہے تو حکومت کا فیصلہ ہی باطل قرار پائے گا، لیکن ان دفعات کو ہندوستانی دستور تحفظ کی ضمانت دے چکا ہے۔ دفعہ 12 &13 میں اس کی مفصل وضاحت موجود ہے۔ دفعہ 13 کا سیکشن 2 مندرجہ ذیل ہے۔

13-(2)The state shall not make any law which takes away or abridges the rights conferred by this part and any law made in contravention of this clause shall, to the extent of the contravention, be void.(The Constitution of India p.6)

ہندوستانی پارلیامنٹ کے بعض فیصلے

آزادی ہند کے بعد ہندوستانی پارلیامنٹ میں بعض فیصلے ایسے ہوئے جو اسلامی شریعت سے متصادم تھے۔ اسی طرح ہندوستانی کورٹ کے بھی بعض فیصلے "مسلم پرسنل لا" کے خلاف تھے۔ مسلم علما ومشائخ اور عمائدین وقائدین نے اس جانب اہل حکومت کی توجہ دلائی، پھر ان فیصلوں میں ترمیم کی گئی۔ ان تمام فیصلوں کا احاطہ چند صفحات میں مشکل امر ہے۔ اس لئے چند مثالیں سپرد قرطاس کی جاتی ہیں۔

متبنٰی بل

سال ۱۹۷۱ء میں لوک سبھا میں "متبنٰی بل" پاس ہوا۔ اس بل کے اعتبار سے بلاتفریق مذہب وملت ملک کی تمام قوموں کے لیے "متبنٰی" (گودلیا ہوا بچہ) کو اولاد کا درجہ دیا گیا اور منہ بولے بیٹے

کومردوعورت کے ترکہ میں حقیقی بیٹے کی طرح وارث قرار دیا گیا۔ پھر ۱۹۷۲ء میں راجیہ سبھا میں بھی یہ بل پاس ہوگیا اور وزیر قانون گوکھلے نے اعلان کیا کہ یہ یکساں سول کوڈ کی حیثیت سے تمام شہریوں پرنافذ ہوگا۔ چونکہ یہ ملکی قانون، اسلامی شریعت کے خلاف تھا، کیونکہ منہ بولا بیٹا ترکہ کا وارث نہیں ہوتا۔ اس لئے مسلم قائدین کی تحریک اور بحث ومباحثہ کے بعد ہندوستانی حکومت نے اس بارے میں رائے عامہ حاصل کرنے کے لیے پارلیامنٹ کی ایک جوائنٹ سیلیکٹ کمیٹی بنائی۔ پھر اس کمیٹی نے مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ حکومت کے سامنے پیش کیا اور ۱۹/ جولائی ۱۹۷۸ء کو جنتا دل کی حکومت نے مسلمانوں کے مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے یہ بل واپس لے لیا اور وزیر قانون نے پارلیامنٹ میں اعلان کیا کہ اسلامی شریعت میں متبنّٰی کووراثتی حقوق حاصل نہیں ہیں، اس لئے اس بل کو واپس لیا جاتا ہے۔ پھر کانگریس حکومت نے ۱۹۸۰ء میں دوبارہ اس بل کو پارلیامنٹ میں پیش کیا، لیکن مسلم زعماوقائدین کی کوششوں کے سبب مسلمانوں کواس قانون سے مستثنٰی قرار دیا گیا۔

اوقاف کی آمدنی پر ٹیکس

سال ۱۹۸۰ء میں حکومت نے ایک بل پاس کیا، جس کی رو سے اوقاف کی آمدنی پر بھی ٹیکس کو لازم قرار دیا گیا۔ پھر مسلم قائدین نے وزیر اعظم اندرا گاندھی سے ملاقات کرکے اس بل کو ختم کروایا۔

شاہ بانو کیس

شاہ بانو بیگم، اندور (مدھیہ پردیش) کی ایک مسلم خاتون تھی۔ سال ۱۹۳۲ء میں اندور (مدھیہ پردیش) کے مشہور ومعروف وکیل محمد احمد خاں سے اس کی شادی ہوئی تھی۔ یہ پانچ بچوں کی ماں اور ۶۲/ سالہ خاتون تھی۔ اس کے شوہر اسے خرچ کے لیے ہر ماہ دوسو روپے ماہانہ دیا کرتے تھے، پھر انہوں نے کہا کہ یہ عورت اپنا اور ہمارے بچوں کا خیال نہیں رکھتی ہے۔ اس لیے اس نے خرچ دینا بند کردیا۔ شاہ بانو نے نان ونفقہ کے لیے اپریل ۱۹۷۸ء میں اندور کے لوکل کورٹ میں کریمنل قانون کے سیکشن ۱۲۵/ (Criminal Procedure Code / Act 125) کے تحت مقدمہ درج کروایا اور اپنے شوہر سے پانچ سو (500/) روپے ماہانہ خرچ کا مطالبہ کیا۔ اس کے شوہر نے نومبر ۱۹۷۸ء میں شاہ بانو کو طلاق دیدیا اور کہا کہ مسلم پرسنل لا کے اعتبار سے مطلقہ خاتون (عدت کے خرچ کے علاوہ) نان ونفقہ کی حقدار نہیں۔ پھر اندور کے لوکل کورٹ نے شاہ بانو کو ہر ماہ پچیس روپے (25) ماہانہ خرچ دینے کی ہدایت کی۔ یکم جولائی ۱۹۸۰ء کو شاہ بانو نے مدھیہ پردیش ہائی کورٹ میں اپیل دائر کردیا۔ ہائی کورٹ نے ایک سوناسی روپے، بیس پیسے (179.20) ماہانہ خرچ دینے کا فیصلہ کیا، تب اس کے شوہر نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی کہ شاہ بانو، اب اس کی بیوی نہیں ہے، بلکہ وہ اسے طلاق دے چکا ہے اور ''مسلم پرسنل لا'' کے اعتبار سے مطلقہ عورت (عدت کے بعد) نان ونفقہ کی حقدار نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ شاہ بانو کو خرچ نہیں دے سکتا، نیز اس کی دوسری بیوی بھی ہے۔ ۲۳/ اپریل ۱۹۸۵ء کو سپریم کورٹ کے پانچ ججوں پر مشتمل ایک بینچ نے شاہ بانو کیس میں مطلقہ کے لیے تا حیات یا تا نکاح ثانی شوہر پر نفقہ کو لازم قرار دیا اور مدھیہ پردیش ہائی کورٹ کے فیصلہ کو برقرار رکھتے ہوئے محمد احمد خاں کے اپیل کو خارج کردیا، ساتھ ہی اس قانون کو عورتوں کے حقوق کی حفاظت کرنے والا

ظاہر کرنے کی کوشش ہوئی اور ''مسلم پرسنل لا'' کا لحاظ نہ کیا گیا۔

اس موقع پر ہندوستان بھر میں مسلمانوں نے پرزور احتجاج، جلسے اور عظیم الشان کانفرنسیں کیں۔تمام مسلمانوں نے پورے ملک میں ''مسلم پرسنل لا'' کی حفاظت کے لیے سلسلہ وار تحریکیں چلائیں۔ مسلم قائدین نے ہندوستان کے وزیر اعظم راجیو گاندھی سے بھی ملاقات کی۔بالآخر کانگریس حکومت نے ۶/مئی ۱۹۸۶ء کو'' قانون تحفظ حقوق مسلم مطلقہ خواتین'' Muslim (Act 1986 Women (Protection of Rights on Divorce پارلیامنٹ میں پاس کیا۔کانگریس پارٹی اس وقت بھاری اکثریت کے ساتھ پارلیامنٹ میں براجمان تھی۔ پارلیامانی انتخاب میں اسے تاریخی فتح حاصل ہوئی تھی۔

سال ۱۹۳۲ء میں شادی ہوئی تھی اور سال ۱۹۷۸ء تک اس کے بچے سب جوان ہو چکے تھے۔شاہ بانو کے تین جوان بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔اس عمر میں تو بچے ہی ماں باپ کو خرچ دیا کرتے ہیں۔خود شاہ بانو کی عمر اس وقت باسٹھ ۶۲/سال تھی،اس عمر میں عورتوں کو نہ شوہر کی ضرورت ہوتی ہے،نہ اس کے خرچ کی۔پھر ۱۹۸۰ء کے عشرہ میں ایک وکیل پیشہ آدمی سے پانچ سو روپے کا مطالبہ بھی ایک بڑا مطالبہ ہے۔اس مقدمہ کے پیچھے کن لوگوں کا ہاتھ تھا؟ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے وکیلوں کی فیس سن کر انسان کا دماغ گھومتا ہے، پھر شاہ بانو اتنی رقم کہاں سے لاتی تھی؟ شاہ بانو کے دونوں قدم قبر تک پہونچ چکے تھے، وہ اندور سے دہلی سپریم کورٹ تک کا چکر کیوں لگا رہی تھی؟ ''تحفظ حقوق مسلم مطلقہ خواتین بل'' پارلیامنٹ میں پاس ہونے کے بعد مختلف سیاسی پارٹیوں نے اس قانون کو تنقیدوں کا نشانہ کیوں بنایا؟ شاید کوئی سوچی سمجھی سازش تھی۔

آج سائرہ بانو کیس کا معاملہ بھی ویسا ہی سمجھ میں آتا ہے۔جب ملکی دستور میں ''عائلی مسائل'' میں ہر ہندوستانی قوم کو اپنے ''پرسنل لا'' پر عمل کی اجازت ہے تو یقینی طور پر عائلی قوانین عام قوانین سے مستثنیٰ قرار پائیں گے،ورنہ پھر دستور ہند ہی میں تعارض وتضاد تسلیم کرنا ہوگا کہ بعض دفعہ کے اعتبار سے ''عائلی مسائل'' قابل عمل اور بعض دفعہ کے اعتبار سے نا قابل عمل قرار پاتے ہیں۔

شاہ بانو کے مقدمہ میں'' مسلم مطلقہ بیوی'' کو(بعد عدت)نان ونفقہ دینے کا خلاف اسلام قانون جاری کیا گیا، پارلیامنٹ کا پاس کردہ ایکٹ بھی نا قابل عمل قرار پایا، بلکہ خود اس ایکٹ میں خامیاں دکھلائی گئیں،حد تو یہ ہے کہ خداوندی قانون میں حرف گیری کی گئی۔جب نکاح وطلاق وغیرہ عائلی امور میں قوم مسلم کو ان کے ''پرسنل لا'' پر عمل کی اجازت دستور میں موجود ہے تو پھر حیلوں، بہانوں کے ذریعہ مسلمانوں کو اسلامی شریعت سے دور کرنے کی کوشش یقیناً ایک مذموم کوشش تھی۔مسلمانوں کی ساری کاوشیں بھی رائیگاں ہوئیں۔اب اس مرتبہ مذہب اسلام کے احکام ومسائل میں سے طلاق ثلاثہ،تعدد ازدواج،حلالہ وغیرہ پر حملہ ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ ثم ان شاء الرسول ﷺ ان دشمنان اسلام کو کامیابی نہیں ملے گی۔

سال ۱۹۹۲ء میں شاہ بانو کی موت ہوئی۔دہلی میں علما ودانشوروں کے سمجھانے پر شاہ بانو نے خود ہی اپنے شوہر سے نان ونفقہ طلب نہ کیا اور اندور واپس آکر ایک پریس کانفرنس کے ذریعہ اس نے اعلان کردیا کہ چونکہ اس کا مطالبہ اسلامی شریعت کے خلاف تھا،اس لیے وہ اب اپنے شوہر سے نان ونفقہ کا مطالبہ ترک کر رہی

ہے۔ وہ بولی کہ اگر شریعت کے خلاف میں نان ونفقہ کا مطالبہ کروں گی تو میں عذاب کی حقدار بن جاؤں گی، پھر لوگ مجھے مثال بنا کر شریعت کی خلاف ورزی کریں گے۔

شاہ بانو کیس کے وقت ہندوستانی مسلمانوں نے ملکی پیمانے پر جو کچھ کوششیں کیں، ان سے کچھ بھی فائدہ نہ ہوا، بلکہ ایک بڑا تاریخی نقصان یہ ہوا کہ فرقہ پرست قوتوں نے مذہب کے نام پر ہندوؤں کو متحد کرنا شروع کیا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ماقبل الیکشن میں بی جے پی پارٹی کو پارلیامنٹ کی صرف دو سیٹ ملی تھی اور مابعد کے الیکشن میں بی جے پی کو پارلیامنٹ کی ۸۶/ سیٹوں پر کامیابی ملی، پھر اسی کے نتیجہ میں ۶/ دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کی شہادت ہوئی اور ہندوستانی اقوام کو بتا دیا گیا کہ ملک ہند میں ہندو قوم کی اکثریت (Majority) ہے، یہاں قوم ہنود کی بالا دستی قائم ہوگی، آج یا کل دوسری قوموں کو خموشی اختیار کرنی ہوگی۔ گرچہ ملک ہند کا دستور جمہوری ہے، لیکن ان قوانین واصول کی غلط تشریح وتاویل کرنا کونسا مشکل امر ہے؟

مذہب اسلام کے قوانین

مذہب اسلام نے جو قوانین انسانوں کو عطا فرمائے ہیں، اس سے بہتر قانون نہ تو قانون کی کسی کتاب میں دستیاب ہوسکتا ہے، نہ ہی کسی قانون ساز کی عقل اس سے عمدہ قانون بنا سکتی ہے۔ ہاں، ان قوانین کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اسلام دین فطرت ہے، اس کے تمام اصول وضوابط فطرت انسانیہ کے مطابق وموافق ہیں۔ جب ایک مرد کا کسی عورت سے زوجیت کا رشتہ قائم ہو تو محض اسی رشتہ کی بنیاد پر شوہر نان ونفقہ وسکنٰی کا ذمہ دار ہوتا ہے اور جس رشتہ کی بنا پر وہ ذمہ دار ہوا، جب وہی رشتہ ٹوٹ جائے تو عقلی طور پر بھی وہ بری الذمہ قرار پاتا ہے۔

فوجداری قانون 125

سال ۱۹۷۳ء میں یہ قانون بنایا گیا۔ والدین، اولاد، بیوی یا مطلقہ اگر خود سے اپنی کفالت کے قابل نہ ہوں تو اس قانون کے تحت مقدمہ درج کرا سکتے ہیں۔ آج بھی انڈین کورٹس میں مسلم مطلقہ بیوی کی جانب سے دائر کردہ نان ونفقہ کے کیس (Maintenance Case) کا فیصلہ نہ تو "مسلم پرسنل لا" کے اعتبار سے ہوتا ہے، نہ ہی پارلیامنٹ میں پاس شدہ "قانون تحفظ حقوق مسلم مطلقہ خواتین" Muslim Women (Protection of Rights on Divorce) Act 1986 کا کچھ لحاظ کیا جاتا ہے۔ بلکہ اسی قانون (Criminal Procedure Code / Act 125) کے تحت فیصلے کیے جاتے ہیں۔ قانون ۱۲۵/ درج ذیل ہے۔

Chapter IX Section 125-Order for maintenance of wives, children and parents.(1) If any person leaving sufficient means neglects or refuses to maintain-(a) his wife, unable to maintain herself, or (b) his legitimate or illegitimet minor child, whether married or not, unable to maintain itself, or (c) his legitimate or illegitimete child (not being a married daughter) who has attained majority, where such child is, by reason of any physical or mental

abnormality or injury unable to maintain itself, or (d) his father or mother, unable to maintain himself or herself, a magistrate of the first class may, upon proof of such neglect or refusal, order such person to make a monthly allowance for the maintenance of his wife or such child, father or mother, at such monthly rate as such magistrate thinks fit, and to pay the same to such person as the magistrate may from time to time direct.(Code of Criminal Procedure, 1973)

سائرہ بانو کیس

سائرہ بانو، کاشی پور(اتراکھنڈ) کی ایک پوسٹ گریجویٹ پینتیس سالہ خاتون ہے، اس کے دو بچے ہیں۔ ایک چودہ سالہ بیٹا اور ایک بارہ سالہ بیٹی ہے۔ قریباً سولہ سال قبل اس کی شادی الہ آباد کے ایک پراپرٹی ڈیلر رضوان احمد سے ہوئی تھی اور آغاز امر سے ہی میاں بیوی کے تعلقات خراب رہے۔ وہ قریباً ایک سال سے اپنے میکے میں رہ رہی تھی۔ اس کے شوہر نے ۱۰/ اکتوبر ۲۰۱۵ء کو الہ آباد سے اس کے میکے میں تحریری طلاق نامہ بذریعہ ڈاک بھیجا۔ خیال رہے کہ عام طور پر اس طرح کی طلاق باہمی اختلاف کے ایک طویل ترین مرحلہ کے بعد ہی شوہر بھیجتا ہے، ورنہ کوئی مرد طلاق دینے کے لیے شادی نہیں کرتا، لیکن عورتیں عام طور پر اپنا جرم چھپا کر مردوں کو بدنام کرنے کی کوشش کرتی ہیں اور اہل سماج بھی عورتوں کی یکطرفہ طرفداری کرنے لگتے ہیں۔ ہاں، کبھی مرد کی بھی غلطی ہوتی ہے۔ لیکن ہندوستانی سماج یکطرفہ عورتوں کی طرف جھک جاتا ہے۔ ایسی صورت میں کورٹ یا پنچایت سے طلاق کا فیصلہ لینا مشکل ہو جاتا ہے اور مرد کو خود سے طلاق دینا پڑتا ہے۔ ہندو مرد ایسے مواقع پر بلا طلاق ہی اپنی بیوی کو چھوڑ دیتا ہے، کبھی دوسری شادی کر کے اپنی الگ زندگی گذارنے لگتا ہے۔

سائرہ بانو نے طلاق پڑنے پر سپریم کورٹ میں مذہب اسلام کے طریق طلاق یعنی زبانی وتحریری طلاق، حلالہ اور تعدد ازدواج کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا اور سپریم کورٹ سے ان امور کے بارے میں فیصلہ طلب کیا۔ پھر سپریم کورٹ نے ''لا کمیشن آف انڈیا'' سے اس بارے میں رائے طلب کی، جس کی آخری تاریخ ۱۵/ نومبر ۲۰۱۶ء تھی۔ اسی کے تناظر میں لا کمیشن نے ایک سوالنامہ جاری کیا۔ تاکہ یکساں سول کوڈ نافذ کیا جا سکے۔ بظاہر اتنی ہی تفصیل ہے، اصل حقائق کی جانکاری کے لیے تحقیقات کی ضرورت ہے۔ ہاں، رب تعالیٰ کی رحمت سے اور تاجدار کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکت سے یہ امید ضرور ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ مخالفین کو ناکامی وذلت ہوگی۔ ہندوستان میں سائرہ بانو'' شریعت اسلامیہ'' کے خلاف مقدمہ دائر کرنے والی پہلی خاتون ہے۔ مغربی تعلیم سے متأثر اور مغربیت زدہ ماحول میں پرورش پانے والے بہت سے مرد وخواتین بھی اسلامی شریعت پر طرح طرح کی تنقیدیں کرتے رہتے ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں۔

ہندوکوڈ بل(Hindu Code Bills (1955,56

مذہب اسلام کے اصول وضوابط کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہے اورشریعت اسلامیہ خداوندی قانون کا نام ہے جوآخری پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے ذریعہ ہم کودستیاب ہوئی،لیکن ہندوقوم کے اصول وقوانین کی بنیاد ان کی تہذیب وثقافت اوررسم ورواج پر ہے۔اس لیے ''ہندو پرسنل لا''(Hindu Personal Law)میں اصلاح کی خاطر چند قوانین سال ۱۹۵۰ء میں پاس ہوئے ،پھر جواہر لعل نہرو نے سال ۱۹۵۵ء و۱۹۵۶ء میں درج ذیل چارا یکٹ (Act)پارلیامنٹ سے پاس کرائے ،تا کہ قومی اصلاح ہوسکے۔ان چاروں ایکٹ کا مجموعہ''ہندوکوڈ بلس'' کہلاتا ہے۔

1-Hindu Marriage Act 2-Hindu Succession Act 3-Hindu Minority and Guardianship Act 4-Hindu Adoptions and Maintenance Act

ہندوسماج میں طلاق کا کوئی تصور نہیں تھا ،جس کے سبب میاں بیوی میں سے جوجدائی حاصل کرنا چاہے،وہ خودکشی پر مجبور ہوتا،کبھی شوہر دوسری شادی کرلیتا اور بیوی کو بے سہارا چھوڑ دیتا،کبھی بیوی خود الگ زندگی گذارتی،کبھی شوہر بیوی کوچھوڑ کر الگ زندگی گذارتا۔اس لئے ہندو میرج ایکٹ میں میاں بیوی میں سے ہرایک کوایکٹ میں مذکورہ وجوہات کی بناپرکورٹ کے ذریعہ طلاق حاصل کرنے کی اجازت دی گئی۔

ہندوکوڈ بل کی گواہی

جس طرح قوم ہنود کواپنے پرسنل لا پرعمل کی اجازت ہے،اسی طرح قوم مسلم کو بھی اپنے پرسنل لا پرعمل کی اجازت ہے۔ہندوکوڈ بل خودثابت کرتا ہے کہ مسلمان،عیسائی ،یہودی اورمجوسی اپنے اپنے پرسنل لا پرعمل کریں۔ہندومیرج ایکٹ میں لکھا گیا کہ یہ قانون ہندو،جینی ،بدھسٹ ،سکھ وغیرہ کے لیے ہے،مسلمان،عیسائی وغیرہ اس سے مستثنیٰ ہیں،یعنی مسلمان،عیسائی ،یہودی وغیرہ اپنے پرسنل لا پرعمل کریں۔ہندومیرج ایکٹ کی وہ شق درج ذیل ہے۔

(1)This act applies (a) to any person who is a Hindu by religion in any of its forms or developments, including a Virashaiva, a Lingayat or a follower of the Brahmo, prarthana or Arya Samaj, (b) to any person who is a Buddist, Jaina or SIkh by religion, and (c) to any other person domiciled in the territories to which this Act extends who is not a Muslim, Christian, Parsi or Jew by religion.(Hindu Marriage Act, 1955)

یکساں سول کوڈ(Common Civil (Code

ملک میں رائج قوانین کی دوبڑی قسمیں ہیں۔(۱)فوجداری قوانین (کریمنل کوڈ)(۲)دیوانی قوانین(سول کوڈ)

فوجداری قوانین تمام شہریوں کے لیے یکساں ہیں اورسول کوڈ بھی

قریباً یکساں ہیں۔ہاں،سول کوڈ کا ایک حصہ جو معاشرتی وثقافتی یا مذہبی امور سے تعلق رکھتا ہے،اس میں ہندوستانی اقوام ومذاہب کا لحاظ کیا گیا ہے۔یعنی ان کے مذہبی قوانین اورمعاشرتی وثقافتی رسوم کی رعایت کی گئی ہے۔اسی حصہ کو''پرسنل لا'' کہا جاتا ہے۔چونکہ اس بات کا لحاظ ہندوستان کے دستور وآئین میں صراحت کے ساتھ موجود ہے ۔اس لیے کورٹ میں بھی اس کی رعایت کی جاتی ہے۔اس اعتبار سے دستور ہند کی روشنی میں قوم مسلم کو نکاح،طلاق، ایلا،ظہار،لعان،خلع،مبارات،فسخ نکاح ،عدت،نفقہ ،وراثت، وصیت، ہبہ،ولایت،رضاعت،حضانت اوروقف کے مسائل میں اپنے مذہب پرعمل کی آزادی حاصل ہے۔اگر گورنمنٹ کے کورٹ میں ان امور سے متعلق کیس دائر کیا جائے اوردونوں فریق مسلمان ہوں تو کورٹ بھی''مسلم لا'' کے اعتبار سے فیصلہ کرے گا۔پس انہی قسم کے مسائل کو ہندوستان کی اصطلاح میں''مسلم پرسنل لا'' کہا جاتا ہے۔اردو میں ان مسائل کو''عائلی قوانین'' کہا جاتا ہے۔

خداوہ روز بد نہ لائے-یعنی خدانخواستہ اگر کبھی یکساں سول کوڈ نافذ ہوجائے تو قوم مسلم کا تشخص ختم ہوجائے گا اور بہت سے مسائل میں شریعت کے خلاف عمل کرنا پڑے گا،مثلاً''اسپیشل میریج ایکٹ''(Special Marriage Act 1954) کے تحت بین المذاہب شادیاں ہوسکتی ہیں اوراس ایکٹ کے تحت شادی کرنے والوں پر اسلامی قانون وراثت نافذ نہیں ہوگا ،بلکہ اس ایکٹ کا قانون وراثت لاگو ہوگا۔اسی طرح یکساں سول کوڈ نافذ ہوگا تو لامحالہ منہ بولا بیٹا بھی وارث قرار پائے گا،لیکن ابھی قوم مسلم اس قانون سے مستثنیٰ ہے،لیکن دوسری اقوام کے لیے یہ قانون نافذ العمل ہے۔

اہل حکومت اورقانون دانوں سے سوال ہے کہ اگر بالجبر یکساں سول کوڈ نافذ کردیا جائے تو ملک ''سیکولر'' کیسے رہے گا؟ سیکولر ہونے کا مفہوم تو یہی ہے کہ ملک کا کوئی مذہب نہیں ہے، بلکہ ہراہل مذہب کو اپنے مذہب پرعمل کی اجازت ہے۔ذرا سوچو!محض چند مسائل میں مسلمانوں کو اپنے مذہب پرعمل کی اجازت ہے،اسے بھی سلب کرکے مسلمانوں کا تشخص ختم کردینا سیکولرزم کے خلاف ہے یا نہیں؟ کیا عوام کے ذریعہ منتخب ہونے والی جمہوری حکومت کو اہل وطن کی رائے عامہ کا لحاظ نہیں کرنا چاہئے؟ کیا جمہوری نظام اورسیکولر کنٹری(Secular Country) کو یہ حق حاصل ہے کہ باشندگان ملک کو ان کے مذہبی وملی ،تمدنی وثقافتی امور سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرے؟ فوجداری اوردیوانی قوانین تو سب کے لیے یکساں ہیں۔اب چند مستثنیٰ امور میں یکساں سول کوڈ کی تجویز سے قبل سیکولرزم(Secularism) کی قابل قبول تشریح کی جائے،تاکہ اہل وطن،ایوان حکومت میں مسندنشینوں کا منشاومقصود سمجھ سکیں۔

سال ۱۹۲۸ء میں بھی شادی بیاہ اوردیگر ثقافتی امور کو یکساں سول کوڈ کے تحت کرنے کے لیے برٹش حکومت کوایک رپورٹ پیش کی گئی تھی۔ اس وقت بھی ہندوستانی سماج نے اس کی سخت مخالفت کی اور برٹش گورنمنٹ نے اس تجویز کو مسترد کردیا تھا۔محدود ذہن افراد، آج تک یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی بات کررہے ہیں۔انہیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ہندوستان ایک کثیر ثقافتی ملک ہے۔اسی طرح یہاں مختلف مذاہب کے پیروکار آباد ہیں۔یہاں ایک قسم کا ثقافتی نظام ہرگز قابل

قبول نہیں ہوسکتا۔قانون بنانا الگ چیز ہے اور قانون پرعمل کرنا اورعمل کروانا الگ چیز ہے۔کسی جمہوری اورعوامی حکومت کو یہ حق حاصل نہیں کہ بزور قوت اہل وطن کوان کی مرضی ومفادعامہ کے خلاف کسی ایک ثقافت وتمدن کا پابند بنانے کی کوشش کرے،جبکہ اس میں راحت وعافیت کی بجائے مصیبت ہی مصیبت ہو،اور اہل وطن بھی اسے ناپسند کرتے ہوں۔

رہنما اصول(Principles of State Policy Directive) کس کے لیے ہیں؟

آرٹیکل 37 میں یہ بات واضح کی جاچکی ہے کہ دستور ہند کا چوتھا حصہ مرکز وریاست کی حکمراں جماعت اور پارلیامنٹ واسمبلی کے لیے ہے۔نظام حکومت کی قیادت کرنے والی جماعت کے لیے یہ رہنما اصول وضوابط ہیں۔عدلیہ (Judiciary) کے ذریعہ ان کا نفاذ نہیں ہوسکتا۔ان قوانین کو Principles of State Directive Policy لکھا گیا ہے۔دفعہ 36 سے دفعہ 51 تک 17 رہنما اصول مرقوم ہیں۔چوتھے حصہ(part IV) میں لکھے گئے رہنما اصول کے بارے میں آرٹیکل 37 درج ذیل ہے۔

37-The provisions contained in this part shall not be enforceable by any court, but the principles therein laid down are nevertheless fundamental in the governance of the country and it shall be the duty of the state to apply these principles in making laws..(The Constitution of India p.21)

اسٹیٹ(State) سے کیا مراد ہے؟

دستور ہند کے چوتھے حصہ کی دفعہ اول یعنی دفعہ 36 میں ''اسٹیٹ'' کی وضاحت کی گئی ہے۔دفعہ ۳۶/ درج ذیل ہے۔

36-In this part, unless the context otherwise requires, "the State" has the same meaning as in part III. (The Constitution of India p.21)

یعنی حصہ سوم میں اسٹیٹ کا جو معنیٰ ہے،وہی معنیٰ حصہ چہارم میں مراد لیا گیا ہے۔حصہ سوم کی دفعہ 12 میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔دفعہ۱۲/مندرجہ ذیل ہے۔

12-In this part, unless the context otherwise requires, "the State" includes the Government and Parliament of India and the Government and Legilature of each of the states and all local or other authorities within the territoryof India or under the control of the Government of India.(The Constitution of India p.6)

رہنما اصولوں کی درجہ بندی

تمام رہنما اصول(Principles of State Policy

Directive) یکساں نہیں ہیں۔بعض وہ ہیں جن کا نفاذ لازم ہے، بعض وہ ہیں جن کے بارے میں حکومت کو بہت کوشش کرنی ہے۔بعض حالات وضرورت کے وقت قابل نفاذ ہیں،یعنی ان رہنما اصولوں کے مختلف درجات ہیں۔اس طرح یہ رہنما اصول نو درجہ بند زمروں (Categories in descending order) میں منقسم ہیں۔ہر دفعہ پر عملی ہدایت کے لیے استعمال کئے جانے والے الفاظ کی شدت(Intensity) یعنی طریقہ ہدایت کے ذریعہ ان میں سے ایک کی دوسرے پر ترجیح وفوقیت (Priority) ظاہر ہوتی ہے۔خیال رہے کہ ان رہنما اصولوں کا مکتوب الیہ(Addressee)اسٹیٹ (State) ہے،عدلیہ نہیں۔اسٹیٹ کی ضروری تشریح ماقبل میں لکھ دی گئی ہے۔

رہنما اصول کا درجہ اول

درجہ اول میں آرٹیکل (i)47 آتا ہے،جس میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

47-The state shall regard........ .....as among its primary duties....(The Constitution of India p.23)

یعنی حکمراں لوگ اپنی اولین ذمہ داری سمجھ کر ان مذکورہ امور کو انجام دیں۔

رہنما اصول کا درجہ دوم

درجہ دوم میں آرٹیکل 46 آتا ہے،جس میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

46- The state shall promote with special care ....(The Constitution of India p.23)

یعنی حکمراں لوگ اپنی خصوصی توجہ کے ساتھ ان مذکورہ امور کو انجام دیں۔

رہنما اصول کا درجہ سوم

درجہ سوم میں آرٹیکل 39 ہے،جس میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

39-The state shall in particular direct its policy towards securin ....(The Constitution of India p.21,22)

یعنی حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی پالیسی کی اس طرح تشکیل کریں۔

رہنما اصول کا درجہ چہارم

درجہ چہارم میں آرٹیکل 39A آتا ہے،جس میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

39A-The state shall secure ....(The Constitution of India p.22)

یعنی حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان مذکورہ امور کو انجام دیں۔

رہنما اصول کا درجہ پنجم

درجہ پنجم میں آرٹیکل 49 آتا ہے،جس میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

49-It shall be the obligation of the State to protect ....(The Constitution of India p.24)

یعنی حکمرانوں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ ان مذکورہ امور کو محفوظ رکھیں۔

رہنما اصول کا درجہ ششم

درجہ ششم میں آرٹیکل 42 & 41 آتے ہیں، جن میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

41-The state shall...... ......make effective provision ....(The Constitution of India p.22)

42-The state shall make provision ....(The Constitution of India p.22)

یعنی حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کو مذکورہ امور کے حقوق دلائیں۔

رہنما اصول کا درجہ ہفتم

درجہ ہفتم میں چار آرٹیکل آتے ہیں ۔ & 40,43A,48(ii) 50 جن میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

40, 43A, 48(ii) & 50-The state shall take steps ....(The Constitution of India p.22,23,24)

یعنی حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان مذکورہ امور کا انتظام کریں۔

رہنما اصول کا درجہ ہشتم

درجہ ہشتم میں آرٹیکل 38(2)(i) & 38(1) آتے ہیں، جن میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

38(1) -The state shall strive ....(The Constitution of India p.21)

38(2)(i)-The state shall, in particular, strive ....(The Constitution of India p.21)

یعنی حکمراں لوگ خوب کوشش کریں کہ وہ ان مذکورہ امور کو انجام دیں۔

رہنما اصول کا درجہ نہم

درجہ نہم میں آٹھ آرٹیکل آتے ہیں 38(2)(ii),43,44,45,47(ii),48(i),48A,51، جن میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

38(2)(ii),43,44,45,47(ii),48(i),48A,51-The state shall endeavour ....(The Constitution of India p.21,23,24)

یعنی حکمراں لوگ کوشش کریں کہ وہ ان مذکورہ امور کو انجام دیں۔

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ ''یکساں سول کوڈ'' کا نفاذ آخری درجہ میں ہے۔ حکومت کے مذکورہ بالا آٹھ فرائض پہلے انجام پذیر ہونے چاہئے۔ نیز ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی یعنی ڈاکٹر امبیڈکر اور دیگر اراکین نے انتہائی ہوشمندی کے ساتھ کئی سالوں میں دستور ہند بنایا تھا۔ پھر جن عائلی امور میں ہر قوم کو ''پرسنل لا'' پر عمل کی اجازت دستور میں دی جا چکی تھی، انہیں امور میں یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی سفارش کرنا یقیناً عطا کیا ہوا حق سلب کرنا اور چھیننا ہے، پھر وہ کون سے امور ہیں جن میں یکساں سول کوڈ کی بات دستور میں کہی گئی ہے؟ سب سے پہلے اس پر گفتگو کی جائے، تا کہ حقیقت حال ظاہر ہو سکے۔

دفعہ 44 کیا ہے؟

آرٹیکل 44/ ہندوستانی دستور کے چوتھے حصہ میں لکھا گیا

ہے۔دستور ہند کا چوتھا حصہ مرکز وریاست میں حکمراں طبقہ اور پارلیامنٹ واسمبلی کے ذریعہ ہی نافذ العمل ہے۔کورٹ کے ذریعہ ان امور کا نفاذ نہیں ہوسکتا۔دفعہ ۴۴/مندرجہ ذیل ہے۔

44-The state shall endeavour to secure for the citizens a uniform civil code throughout the territory of India.(The Constitution of India p.23)

دفعہ ۴۴/کو نافذ کرنا ضروری ہدایات میں سے نہیں ہے۔یہ قانون صرف اس امکان کے پیش نظر تحریر کیا گیا تھا کہ شاید یکساں سول کوڈ سے اہل وطن کو بھلائی میسر آئے اور تمدن وثقافت کی یکسانیت سے ملک میں امن ووحدت کا رنگ پیدا ہو۔لیکن ملکی حالات کو دیکھتے ہوئے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اس کے نفاذ سے ملکی عوام وخواص مزید مشکلات میں مبتلا ہوجائیں گے۔کیونکہ ملک ہند ایک وسیع وعریض خطے پر مشتمل کثیر المذاہب، کثیر القبائل اور کثیر اللسان ملک ہے اور ہر ایک مذہب وقبیلہ اور قوم وعلاقہ کی تہذیب وثقافت ایک دوسرے سے جدا ہے۔ایسے ملک میں امن واتحاد کی یہی ایک شکل ہے کہ ہر کوئی، دوسروں کی تہذیب وثقافت پر انگشت نمائی نہ کرے۔ پس ایسی صورت میں اس دفعہ کا حوالہ دے کر یکساں سول کوڈ کو نافذ کرنے کی کوشش خود اس دفعہ کی مخالفت کرنی ہے۔ ہندوستان کی مجلس قانون ساز کے صدر ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر نے دفعہ 44 کی تشریح کرتے ہوئے پارلیامنٹ میں بیان دیا تھا کہ یکساں سول کوڈ بالجبر نافذ نہیں کیا جائے گا، بلکہ اہل وطن کی رائے سے ہی نافذ کیا جاسکتا ہے۔آج کل لوگ صرف دفعہ ۴۴/کا حوالہ پیش کرتے ہیں،لیکن ڈاکٹر امبیڈکر کی تشریح کا ذکر نہیں کرتے۔بھلائی اسی میں ہے کہ دفعہ ۴۴/کو دستور ہند سے خارج کردیا جائے،ورنہ اس آرٹیکل کے سبب ہندوستان میں آئے دن اختلافات ہوتے رہیں گے۔

دستور ہند کا چوتھا حصہ حکمراں جماعت اور پارلیامنٹ واسمبلی کے لیے مخصوص ہے۔عدلیہ (Judiciary) کو اس میں دخل اندازی کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔عدلیہ اس تعلق سے جو ترغیبات وتجاویز پیش کرتی ہے، یہ خود ہندوستانی آئین کے خلاف ہے۔

ملک ہند میں یکساں سول کوڈ کا نفاذ ناممکن

(۱) دستور ہند کے رہنما اصول کے اعتبار سے مرکزی حکومت یکساں سول کوڈ کے نفاذ کے لئے محض ترغیب کرسکتی ہے،مرکزی حکومت بزور قوت اپنا فیصلہ تسلیم کروانے کا اختیار نہیں رکھتی۔دستور ہند کے ساتویں شیڈول میں ان امور کی فہرست تحریر کی گئی ہے،جن سے متعلق ریاستی اسمبلی کو قانون سازی کا اختیار ہے۔اس فہرست میں شادی،طلاق ،وراثت ،وصیت ،جانشینی،تقسیم جائیداد،شیرخوار اور نابالغ اولاد کی کفالت وغیرہا امور شامل ہیں۔یعنی ان امور کے بارے میں ریاستی اسمبلی بھی ملکی پارلیامنٹ کی طرح قانون سازی کرسکتی ہے یا پارلیامنٹ کے قانون میں ترمیم وتبدیلی اور حذف واضافہ کرسکتی ہے۔ایسی صورت میں محض ملکی پارلیامنٹ میں یکساں سول کوڈ پاس ہوجانے سے وہ ملک کی تمام ریاستوں میں قابل نفاذ اور قابل عمل قرار نہیں پاسکتا،جب تک کہ ریاستی اسمبلیاں اسے قبول نہ کرلیں۔

ساتویں شیڈول کی فہرست سوم یعنی پارلیامنٹ اور اسمبلی کے مابین مشترکہ فہرست (Concurrent List) کے پانچویں سیکشن میں

مرقوم ہے۔

5-Marriage and divorce, infants and minors, adoption, wills,intestacy and succession, joint faimily and partition, all matters in respect of which parties in judicial proceeding were immediately before the commencement of this constitution subject to their personal law.

(The Constitution of India p.332)

(۲) ہندوستانی پارلیامنٹ نے چند ایسے قوانین کو پاس کیا ہے، جن کے اعتبار سے دستوری طور پر ملک میں یکساں سول کوڈ کا نفاذ ناممکن ہو چکا ہے۔ بلکہ پورے ملک میں فوجداری قانون بھی یکساں نہیں ہیں۔ اب دفعہ ۴۴/ کو دستور میں برقرار رکھنا بھی قابل اعتراض قرار پائے گا۔ لہٰذا سب سے پہلے دفعہ ۴۴/ کی دستوری حیثیت پر پارلیامنٹ میں بحث کی جائے۔

(الف) سال ۱۹۶۰ء میں ناگالینڈ کی ناگا قوم نے ملک سے علیٰحدگی اختیار کرنے کے لیے مسلح جدوجہد کا راستہ اختیار کیا۔ حکومت ہند نے فوجی طاقت استعمال کی، لیکن یہ فتنہ ختم نہ ہوسکا۔ آخرکار ناگا قوم سے مصالحت کے لیے بات چیت کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ ناگاؤں نے مصالحت کے لیے دیگر شرائط کے ساتھ یہ شرط رکھی کہ ان کے مذہبی امور، سماجی طور طریقوں اور رواجی قانون کے مطابق عدالتی نظام قائم کرنے کی مضبوط ضمانت دی جائے، تب وہ ہتھیار ڈالیں گے۔ مرکزی حکومت نے ناگا قوم کے شرائط کو تسلیم کرتے ہوئے سال ۱۹۶۲ء میں دستور ہند میں ترمیم کی اور ناگاؤں سے معاہدہ کے مطابق دستور ہند کے اکیسویں حصہ (part XXI) میں آرٹیکل 371/A کا اضافہ کیا اور دستور میں لکھا گیا۔

(۱) ناگاؤں کے مذہبی اور سماجی رسوم (۲) ناگا رواجی قانون اور ضابطے (۳) ناگا رواجی قانون کے مطابق سول اور فوجداری مقدمات کے فیصلوں کا نظام قائم ہوگا۔ پارلیامنٹ کے کسی قانون کا اطلاق ناگالینڈ کی ریاست پر نہیں ہوگا۔ آرٹیکل ۳۷۱/اے درج ذیل ہے۔

371A.(1)Notwithstanding anything in this constitution, (a)no act of parliament in respect of-(i)religious or social practices of the Nagas,(ii)Naga customary law and procedure, (iii)administration of civil and criminal justice involving decisions according to Naga customary law,(iv)ownership and transfer of land and its resources, shall apply to the state of Nagalang unless the legislative assembly of Nagaland by a resolution so decides.(The Constitution of India p.251)

ملک کی علاقائی سالمیت کو برقرار رکھنے کے لیے مرکزی حکومت نے

ناگاؤں کا مطالبہ تسلیم کرلیا اور یکساں قانون فوجداری مقدمات میں بھی نافذ نہ ہوسکا، بلکہ مذہبی وسماجی رسوم اور تہذیبی وثقافتی امور کو قانونی شکل دینا پڑی۔

(ب) ناگالینڈ کے بعد میزورم والوں نے ہندوستان کے خلاف ہتھیار اٹھالیے۔ یہ تصادم سالوں تک جاری رہا۔حکومت نے میزؤں کی بغاوت کو فوجی قوت سے کچلنے کی کوشش کی،لیکن کامیابی نہ ملی۔کئی بار کی ناکامیوں کے بعد میزؤں سے بات چیت کا سلسلہ شروع ہوا۔میزوقوم نے ہتھیار ڈالنے،مسلح بغاوت ختم کرنے،ہندوستان کا حصہ بننے اور ہندوستانی قومیت اختیار کرنے کے لیے چند شرائط پیش کیں۔پہلی شرط یہ تھی کہ میزوقوم کی علیٰحدہ شناخت کو تسلیم کیا جائے اوراس کے تحفظ کی ضمانت دی جائے۔ان کے مذہبی ، سماجی اور رواجی قوانین کو تسلیم کیا جائے اوران مذہبی، رواجی وسماجی رسوم وقوانین کے مطابق عدالتی فیصلے ہوں۔کئی دور میں بات چیت کے بعد حکومت ہند نے اس شرط کو قبول کرلیا اور میزوقوم سے معاہدہ کے مطابق ۳۰/ جون ۱۹۸۶ء کو دستور ہند کے اکیسویں حصہ (part XXI) میں آرٹیکل 371/G کا اضافہ کیا گیا۔اس کے ذریعہ میزوقوم کو یہ ضمانت دی گئی کہ میزؤں کے مذہبی وسماجی رسوم اور رواجی قوانین وضوابط کے مطابق ان کے فیصلے ہوں گے۔ پارلیامنٹ کے کسی قانون کا اطلاق میزورم کی ریاست پر نہیں ہوگا۔آرٹیکل ۳۷۱/جی مندرجہ ذیل ہے۔

371G.(1)Notwithstanding anything in this constitution,(a)no act of parliament in respect of-(i)religious or social practices of the Mizos,(ii)Mizo customary law and procedure, (iii)administration of civil and criminal justice involving decisions according to Mizo customary law,(iv)ownership and transfer of land and its resources, shall apply to the state of Mizoram unless the legislative assembly of Mizoram by a resolution so decides.(The Constitution of India p.265)

جب ملکی دستور وآئین میں لکھ دیا گیا کہ ناگالینڈ اورمیزورم کی ریاستوں پر پارلیامنٹ کے کسی قانون کا اطلاق نہیں ہوگا تو اب پورے ملک میں یکساں سول کوڈ یا یکساں کریمنل کوڈ کا نفاذ دستوری وقانونی طور پر ناممکن ہوگیا۔اب اس کے لیے سر پھوڑنے سے کیا فائدہ؟ کیا اب بھی دفعہ 44 / کے لیے دستور ہند میں گنجائش باقی ہے؟

لاکمیشن آف انڈیا کا سولہ نکاتی سوالنامہ (Law Commission of India)

7/اکتوبر ۲۰۱۶ء کو لاکمیشن آف انڈیا کے چیئرمین ڈاکٹر بی سی چوہان نے ایک اپیل جاری کی۔اسی کے ساتھ سولہ کالم پر مشتمل ایک تین صفحاتی سوالنامہ جاری کیا ہے اور تمام ہندوستانیوں سے ”یکساں سول کوڈ“ کے نفاذ کے لیے ۴۵/ دنوں میں رائے طلب کی گئی ہے۔اپیل اور سوالنامہ انگلش میں ہے اور بعض سوالناموں میں انگلش کے ساتھ اردو زبان میں اس کا ترجمہ بھی لکھا ہوا ہے۔ممکن ہے کہ

مختلف ریاستوں کے اعتبار سے ان ریاستوں کی مقامی زبان میں بھی ترجمے لکھے گئے ہوں۔تمام مسلم جماعتوں نے اس سوالنامہ کومسترد کر دیا ہے اور مختلف مسلم تنظیموں نے اپنے طور پر فارم شائع کر کے مسلمانوں سے دستخط لینے کی مہم شروع کی ہے۔ فارم کے ساتھ یک صفحاتی مضمون بھی ہے اور فارم میں بھی مختصر مضمون ہے۔جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم تمام مسلمان مرد وعورت اپنی اسلامی شریعت پر اطمینان کا اظہار کرتے ہیں اور یکساں سول کوڈ ہمیں منظور نہیں۔ یہ تمام دستاویز لاکمیشن آف انڈیا کو بھیجے گئے ہیں۔اسی طرح صدر جمہوریہ اور گورنروں کے نام مختلف تنظیموں اور تحریکوں کی جانب سے میمورنڈم بھی بھیجے جا رہے ہیں۔ذیل میں لاکمیشن کے سولہ کالم کا ''مطبوعہ اردو ترجمہ'' رقم کیا جاتا ہے،تاکہ مسلمانان ہند اس سے واقف ہوسکیں۔اکثر سوالوں کے جواب کے لیے''ہاں/نہیں'' کا خانہ بنادیا گیا ہے۔بعض کالم میں a.b.c. کے ذریعہ متعدد شقیں بنائی گئی ہیں۔یہاں سوالات وتجاویز کے مطبوعہ تراجم تحریر کیے جاتے ہیں۔

کالم نمبر ۱-کیا آپ آئین کی دفعہ ۴۴/ سے واقف ہیں؟ جو یہ ہدایت دیتی ہے کہ ریاست (حکومت) پورے بھارت میں یکساں سول کوڈ نافذ کرنے کی کوشش کرے گی۔

a:ہاں b:نہیں

کیا اس معاملے میں مزید پیش رفت کی ضرورت ہے؟تفصیل سے لکھئے۔..

کالم نمبر ۲- بھارت میں مختلف مذہبی/ عائلی یا خانگی امور، پرسنل لا اور رواجوں کے تحت چلتے ہیں۔مندرجہ ذیل کن امور کو یکساں سول کوڈ میں شامل کیا جانا چاہئے؟

۱-شادی ۲-طلاق ۳-گودلینا ۴-ولایت ۵-نان ونفقہ ۶-جانشینی ۷-وراثت

a:ہاں،سارے ہونے چاہئے۔

b:نہیں،یہ نہیں ہونے چاہئے۔ ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷

c:مزید یہ بھی ہونے چاہئے۔..

کالم نمبر ۳-کیا آپ سمجھتے ہیں کہ پرسنل لا اور سماجی معمولات کا قانونی طرز کر کے عوام کے لیے مزید مفید بنایا جاسکتا ہے؟

a:ہاں b:نہیں

c:پرسنل لا اور سماجی معمولات کو یکساں سول کوڈ سے تبدیل کر دیا جائے۔

d:پرسنل لا اور سماجی معمولات کو قانونی طرز دے کر آئین کے عطا کردہ بنیادی حقوق کے موافق بنایا جائے۔

کالم نمبر ۴-کیا یکساں سول کوڈ، یا پرسنل لا اور رواجی معمولات کا قانونی طرز صنفی مساوات کو یقینی بنائے گا؟

a:ہاں b:نہیں

کالم نمبر ۵-کیا یکساں سول کوڈ اختیاری ہونا چاہئے؟

a:ہاں b:نہیں

کالم نمبر ۶-مندرجہ ذیل کن معمولات پر پابندی لگائی جائے؟ یا انہیں قانونی ماتحتی میں لایا جائے؟

a: کثرت ازدواج (ایک سے زائد بیوی)

b: کثرت ازدواج (ایک سے زائد شوہر)

c: دیگر معمولات جیسے لڑکا لڑکی کا بغیر شادی ایک ساتھ رہنا۔

کالم نمبر ۷-طلاق ثلاثہ کو

a:مکمل طور پر ختم کر دیا جائے۔ b:روایتی طریقہ پر باقی رکھا جائے۔
c:ترامیم کے ساتھ باقی رکھا جائے۔

کالم نمبر ۸-کیا آپ کو لگتا ہے کہ ہندو عورت کے حقوق وراثت جو اکثر بیٹوں کو وصیت کر دیئے جاتے ہیں، کو درست کرنے کی ضرورت ہے؟

a:ہاں، ہندو عورت کو خبر دار کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ خاندانی دباؤ میں اپنا حق ملکیت نہ چھوڑے۔
b:نہیں، موجودہ قانون میں مناسب تحفظات موجود ہیں۔
c:موجودہ تہذیبی رسوم میں قانونی شرائط فائدہ مند نہیں ہے، بلکہ سماج کو حساس (باخبر) بنانے کی ضرورت ہے۔

کالم نمبر ۹-کیا آپ کو لگتا ہے کہ عیسائی جوڑوں میں طلاق کی تکمیل کے لیے دو سال کا انتظار، عیسائی عورت کے حق میں مساوات کی خلاف ورزی ہے؟

a:ہاں، تمام شادیوں میں یکساں کر دینا چاہئے۔
b:نہیں، یہ مناسب مدت ہے اور مذہبی جذبات کے موافق ہے۔

کالم نمبر ۱۰-کیا آپ مانتے ہیں کہ شادی کی رضامندی کی عمر تمام پرسنل لا اور رواجی قوانین و معمولات میں یکساں ہونی چاہئے؟

a:ہاں
b:نہیں، رواجی قوانین یہ عمر بلوغت کے مطابق طے کرتے ہیں۔
c:مروجہ نظام، باطل شادیوں کی نشاندہی کے لیے کافی ہے۔

کالم نمبر ۱۱-کیا آپ اتفاق کرتے ہیں کہ تمام مذاہب میں وقوع طلاق کے مشترک اصول ہوں؟

a:ہاں b:نہیں، مختلف تہذیبی تنوعات کو ملحوظ رکھا جائے۔
c:نہیں، البتہ پرسنل لا کے اندر ہی مرد و عورت کے لیے طلاق کے دینے یا مطالبہ کے لیے یکساں بنیادیں ہونی چاہئے۔

کالم نمبر ۱۲-کیا یکساں سول کوڈ مطلقہ کے نان ونفقہ کی عدم ادائیگی یا کم ادائیگی کو روکنے میں مدد کرے گا؟

a:ہاں b:نہیں وجہ..

کالم نمبر ۱۳-شادیوں کے لازمی رجسٹریشن پر کس طرح بہتر عمل درآمد کیا جا سکتا ہے؟..

کالم نمبر ۱۴-بین مذاہب اور بین ذات ہونے والی شادیوں میں شامل جوڑوں کی حفاظت کے لیے کیا اقدامات کئے جا سکتے ہیں؟

....

کالم نمبر ۱۵-کیا یکساں سول کوڈ، شخص کی مذہبی آزادی میں مداخلت کرتا ہے؟

a:ہاں b:نہیں

وجہ..

کالم نمبر ۱۶- یکساں سول کوڈ یا پرسنل لا کے قانونی طرز کے تئیں سماج کو حساس بنانے کے لیے کون سے اقدام کئے جانے چاہئے؟

....

ریمارکس

نام..

پتہ..

فون نمبر ....

نوٹ: اپنے جوابات/مشورے، مندرجہ ذیل پتہ پر ۱۰/ نومبر ۲۰۱۶ء

سے پہلے رجسٹرڈ/اسپیڈ پوسٹ سے روانہ کر دیجئے۔

To

The Law Commission of India
14th Floor H.T.House Kasturba Gandhi
Mark New Delhi-11001

ادارتی نوٹ:- یہ وہ ۱۶/سوالات تھے جو لاء کمیشن آف انڈیا نے ہندوستانیوں سے ان کے جوابات دس نومبر تک مانگے تھے۔سوالات پڑھ کر ہی آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان سوالات کا نشانہ کون ہے؟ آرٹیکل۴۴/تو ملک میں رائج بہت سی ثقافتوں،تہذیبوں اور مذہبی قوانین میں یکسانیت پیدا کرنے کے لیے ہندوستانیوں سے رائے طلب کرنے اور اس کے بعد اس یکسانیت کو قانونی شکل دینے کی پیروی کرتا ہے۔مگر کیا ان سوالات میں مسلمانوں کے مخصوص عائلی اور مذہبی مسائل کے علاوہ کسی اور تہذیب،ثقافت،علاقے یا مذہب کو نشانہ بنایا گیا ہے؟ کیا اس میں ناگالینڈ کے مخصوص عائلی و مذہبی و علاقائی مسائل پر رائے طلب کی گئی ہے؟ کیا اس سوال نامہ میں میزورم کے مخصوص مسائل کا ذکر ہے؟ کیا اس میں آدیواسیوں کے مسائل کو دائرۂ بحث میں لایا گیا ہے؟ پھر رائے مانگنے کا جو طریقہ اپنایا گیا ہے کیا اس پر سارے ہندوستانی عمل کر سکتے ہیں ؟ کتنے ہندوستانی ہیں آرٹیکل۴۴/کو جانتے ہیں؟ کتنے شہری ہیں جو یکساں سول کوڈ کی حقیقت کو جانتے ہیں؟ کتنے ایسے لوگ ہیں جو ان سوالات کے مفہوم کو سمجھتے ہیں؟ کتنی ہماری عوام ہے جو اپنے جوابات کو مرتب کر کے آپ کے ایڈریس پر بھیجنے کی صلاحیت رکھتی ہے؟

مذکورہ بالا ہمارے ان تمام سوالات کے جواب میں آپ بلاشبہ اس بات کی طرف اشارہ کریں گے کہ یہ رائے طلبی کا طریقہ حق وانصاف کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔نہ ہی اس طریقۂ رائے طلبی سے تمام ہندوستانیوں کی آرا سامنے آ سکتی ہیں اور نہ ہی ان کی خواہشات اور تمنائیں لاکمیشن تک پہنچ سکتی ہیں۔یقیناً ملک کا اکثریتی حصہ لاکمیشن آف انڈیا کے جاری کردہ سوال نامہ سے ہی واقف نہیں تو وہ جواب کیا دے گا؟ حقیقت تو یہ ہے کہ یکساں سول کوڈ کا نفاذ اس ملک میں بیحد مشکل امر ہے۔یکساں سول کوڈ کے نفاذ کا شگوفہ چھوڑ کر صرف اور صرف اپنے سیاسی مفادات کو سادھنے کی ایک مذموم کوشش اور ہندوستانیوں کو آپس میں لڑانے کی ایک گھناؤنی سازش ہے۔اس طریقے کی شگوفہ بازیاں صرف اور صرف ہندوستانیوں کے درمیان نفرت اور دشمنی کی خلیج پیدا کر رہی ہیں نا کہ اس ہندوستانی معاشرت میں یکسانیت۔جبکہ آرٹیکل۴۴/صرف ایک امکانی اور خیالی پلاؤ کی حیثیت سے دستور میں یہ سمجھ کر رکھا گیا تھا کہ ممکن ہے کہ ملک میں ایسے حالات بن جائیں کہ ساری اقوام اور سارے مذاہب کے ماننے والے کسی ایک مشترکہ قانون پر متفق ہو جائیں تو ایسے یکساں سول کوڈ کا نفاذ قانونی طور پر عمل میں لایا جا سکے جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ملک میں یگانگت،وحدت اور یکسانیت واتحاد پیدا ہو جائے گا۔لیکن آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس یکساں سول کوڈ کے شگوفے سے یگانگت پیدا ہو رہی ہے یا نفرت؟ وحدت واتحاد پیدا ہو رہا ہے یا عداوت و دشمنی؟ ہمارے دانشوروں کو بھی بغیر سوچے سمجھے کسی ایسے منصوبے یا تجویز کی مخالفت نہیں شروع کرنا چاہیئے کہ جو منصوبہ یا تجویز پیش کرنے والوں کے لیے ہی اس کا نفاذ مشکل ہو۔ہمیں تو یہ

مطالبہ کرنا چاہیئے تھا کہ حکومت پہلے یکساں سول کوڈ کا مسودہ ہندوستانی عوام کے سامنے لائے تب اس پر ہم اپنی رائے دے سکتے ہیں۔یقین جانیں کہ حکومت ہند کبھی بھی اس کا مسودہ پیش نہیں کرسکتی اور جس دن اس نے یہ مسودہ پیش کردیا تو اس کی مخالفت میں سب سے پہلے ناگالینڈ، میزورم، آدیواسی اور دلت لوگ ہی اٹھیں گے جن کا سنبھالنا ارباب اقتدار کے لیے آسان نہ ہوگا۔اس لیے ہمیں ہوش کے ناخن لیتے ہوئے بہت سوچ سمجھ کر اقدام کرنے کی ضرورت ہے۔ہر جنگ کا رخ اپنی طرف موڑ لینا یہ دانشمندی نہیں۔یکساں سول کوڈ کی ضرب صرف مسلمانوں ہی پر نہیں پڑے گی بلکہ اس کا سب سے زیادہ شکار ہندوستان کی دوسری قومیں اور دوسرے مذاہب بھی ہوں گے۔پھر ہم ہی نشانہ پر کیوں آئیں؟ ہمیں اس وقت ''تیل دیکھو اور تیل کی دھار'' دیکھو والے اصول پر عمل کرنا چاہیئے اور یہ زور شور سے مطالبہ کرنا چاہیئے کہ ارباب حکومت جلد سے جلد یکساں سول کوڈ کا مسودہ منظر عام پر لائیں۔یکساں سول کوڈ کا نفاذ اتنا آسان نہیں۔یہ کورٹ اور کچہری کے ذریعے نافذ نہیں ہوسکتا۔اس کے لیے باقاعدہ پہلے مسودہ تیار ہوگا۔وہ مسودہ ایوان بالا اور ایوان زیریں میں رکھا جائے گا۔بحث و مباحثہ ہوگا۔ہندوستان میں بسنے والی مختلف قوموں، متعدد ثقافتوں کے علمبرداروں، مختلف مذاہب کے پیروکاروں اور متعدد علاقوں میں بسنے والوں سے اس کی تائید وتوثیق کرائی جائے گی تب جاکر یکساں سول کوڈ کا نفاذ ہوسکتا ہے۔آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ کام کتنا مشکل اور کتنا دشوار گزار ہے؟ مسلمان تو بیچارے اس ملک میں اس وقت کسم پرسی کی زندگی بسر کررہے ہیں جن کی صدا ''نقار خانے میں طوطی کی آواز'' سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی مگر یکساں سول کوڈ کی ضرب کا شکار اسی ہندوستان میں بسنے والی کچھ ایسی قومیں بھی ہوں گی جو اپنا ایک طاقتور وجود رکھتی ہیں اور جن کی مخالفت سہنا ارباب حکومت کے بس کی بات نہیں۔اس لیے دانشمندی کا تقاضہ یہی ہے کہ یکساں سول کوڈ کی مخالفت میں ہم صف اول کے غازی بننے کی کوشش نہ کریں بلکہ اس میدان میں ان طاقتور قوموں کو آگے آنے دیں جو اپنا کام مانگ کر نہیں بلکہ چھین کر چلاتی ہیں۔ہمیں تو تماشائی کی حیثیت سے اس بھیڑ کا حصہ بننا چاہیئے اور انہیں اس بات پر آمادہ کرنا چاہیئے کہ یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی کوششوں کو ناکام بنانے والی جنگ کے وہ سرخیل اور کمانڈر بنیں۔یہی موجودہ حالات میں ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے بھلائی کا راستہ ہے۔اسی میں ہمیں کامیابی حاصل ہوسکتی ہے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کی مخالفت کا لیبل یکساں سول کوڈ پر لگا کر اسلام اور مسلم مخالف طاقتیں ان اقوام اور ان مذاہب کو بھی اپنے ساتھ ملالیں کہ جو براہ راست اس قانون کا شکار ہوں گے اور حقیقی معنی میں انہیں لوگوں کو مخالفت کرنا بھی چاہیئے تھی۔مگر مسلم دشمنی میں وہ لوگ اپنا نقصان بھلا کر اس قانون کے نفاذ کی راہ کو کہیں آسان نہ بنادیں۔اس لیے آج میڈیا کے ذریعہ اچھالے گئے ہر ایشو کا بلا سوچے سمجھے نہ تو جواب دینے کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس کے خلاف لام بند ہونے کی۔نہ بیان بازی کی ضرورت ہے اور نہ ہی شور شرابہ کرنے کی بلکہ پہلے ماہر حضرات سے اس ایشو کا تجزیہ کرائیں، اس کے مثبت ومنفی پہلوؤں پر غور وفکر کریں تب جاکر اس کو روکنے کا کوئی عمدہ اور مفید و مؤثر منصوبہ بنائیں۔اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔(محمد سلیم بریلوی)

یونیفارم سول کوڈ کی آڑ میں ملک کو ہندو راشٹر بنانے کی سازش

از: مولانا محمد راحت خاں قادری منظری، بریلی شریف

میرا پیارا وطن ہندوستان ہے اس کو آزاد کرانے میں ہمارے بزرگوں نے اپنے خون کی قربانی پیش کی ہے۔ جب پورا ہندوستان ظلم وزیادتی کی انگریزی چکی میں پس رہا تھا اس وقت بھی ہندوستان کے باشندوں میں فکر ونظر، رنگ ونسل، تہذیب وتمدن، ثقافت وزبان اور قومی مفادات وجغرافیائی تعلق میں اختلاف تھا اس کے باوجود ہر مذہب وتہذیب، ہر ثقافت وتمدن اور ہر رنگ ونسل سے تعلق رکھنے والے تمام ہندوستانی انگریزوں کے خلاف متحد ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ہر ایک کو معلوم تھا کہ ہمارا ملک سیکولرازم کی راہ پر گامزن رہے گا اور علمائے کرام کی جد وجہد صرف اور صرف ملک میں نفاذ شریعت کے مقصد سے تھی۔ مسلمان وہ تو اپنا سب سے قیمتی سرمایہ ایمان واسلام ہی کو سمجھتا ہے، اپنے ایمان واسلام کی حفاظت کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے بلکہ جب ضرورت پڑتی ہے تو ایمان واسلام کی حفاظت کے لیے کچھ بھی کر گزرنے میں دریغ نہیں محسوس کرتا ہے۔ جس کو ہمارے اس دعوے میں ذرہ برابر شبہ ہو وہ تاریخ کو اٹھائے اور دیکھے کہ نہ جانے کتنی تاریخوں کو ہم نے صرف قربانیوں سے رقم کیا ہے۔ جو قوم اپنے دین وایمان کو اتنا قیمتی تصور کرتی ہو ان کے بارے میں یہ خیال تک نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے اس (ایمان واسلام کی حفاظت کے) یقین و اعتماد کے بغیر اپنے آپ کو میدان کارزار میں پیش کیا ہو۔

مسلم پرسنل لا کے تحفظ کی یقین دہانی

آزادی سے پہلے ہی لیڈروں نے بار بار ''مسلم پرسنل لا'' کے تحفظ اور اس میں عدم مداخلت کی یقین دہانی کرانا شروع کر دی تھی۔ مسٹر موہن داس کرم چندر گاندھی جی نے بھی گول میز کانفرنس لندن ۱۹۲۱ء میں پوری وضاحت وصراحت کے ساتھ اسی کو بیان کرتے ہوئے یوں کہا تھا:

''مسلم پرسنل لا'' کو کسی بھی قانون کے ذریعہ چھیڑا نہیں جائے گا۔''

''مسلم پرسنل لا'' کی بقا وحفاظت کے لیے'' قانون تحفظ مسلم شریعت'' 1937ء(Shariat Appliction Act 1937) میں پاس کیا گیا اور اس کو آئین ہند کا حصہ بنا دیا گیا۔

1938ء میں ہری پور میں کانگریس نے اعلان کیا: ''اکثریت کی طرف سے ''مسلم پرسنل لا'' میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔''

آئین ہند میں مسلم پرسنل لا کی اہمیت

26/جنوری 1949ء کو ہمارے ملک میں دستور کا نفاذ ہوا۔ آزادی ہند کے بعد جب دستور ہند کو مرتب کیا گیا تو قانون کے سب سے اہم حصہ بنیادی حقوق کی فہرست میں ایسی دفعات بھی رکھی گئیں جس سے ''مسلم پرسنل لا'' کی حفاظت ہوتی ہے۔ بنیادی حقوق (Fundamental Rights) مندرجہ ذیل ہیں:

(1) برابری کا حق (Right To Equality)

(2) آزادی کا حق (Right To Freedom)

(3) مذہبی آزادی (Right To Freedom Of Religion)

(4) تہذیبی اور تعلیمی حقوق (Cultural Educational Right)

(5) جائداد رکھنے کا حق (Right Of Property)

(6) دستوری دادرسی کا حق (Right To Constitutional Remedy)

(7) استحصال کے خلاف حق (Right Against Exploitation)

مذہب کی آزادی کا حق

ہمارے ملک کی یہ خصوصیت ہے کہ یہاں لا مذہبی (Secular Democracy) قائم ہے، یعنی اسٹیٹ کا کوئی مذہب نہیں ہے اور ہر مذہب کو یکساں حیثیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے تمام باشندے خواہ وہ کسی بھی مذہب کے پیروکار ہوں مشترک شہریت میں منسلک ہیں۔ ہر ہندوستانی شہری کو اسٹیٹ سے متمتع ہونے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ مذہب یا ذات پات یا کسی خاص علاقے یا ریاست میں پیدا ہونے سے کسی ہندوستانی کو شہریت کے کسی بھی حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا ہے۔

دفعہ 25: (1) پبلک آرڈر، اخلاقیات، صحت عامہ اور اس قسم کے دوسرے احکام کے تابع رہ کر تمام لوگوں کو ضمیر کی آزادی، مذہب کے اختیار کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی اشاعت کا مساوی حق ہوگا۔

(2) یہ آرٹیکل کسی ایسے مروجہ قانون کو متاثر نہیں کرے گا اور نہ ریاست کے لیے کسی ایسے قانون سازی کے لیے مانع ہوگا، جس کے ذریعہ:

(الف) کسی مذہبی رسم کے معاشی، مالی، سیاسی یا کسی سیکولر پہلو کو منضبط یا محدود کیا جائے۔

(3) اس میں دی ہوئی دیگر دفعات کے تابع ہر شہری کو مذہبی عقائد پر قائم رہنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کی اجازت ہوگی۔

بنیادی حقوق کو نا قابل تنسیخ بنانے کے لیے دستور کے آرٹیکل 13 (2) میں یہ بات صاف کردی گئی کہ حکومت کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتی جو باب 3 (مذہبی آزادی (Right To Freedom Of Religion) میں بنیادی حقوق کے خلاف ہو، یا اس میں کسی قسم کی کوئی کمی ہو۔ دستور کی انہیں دفعات کی رو سے ''مسلم پرسنل لا'' مسلمانوں کے لیے نا قابل تنسیخ و تبدیل بنیادی حق ہے اس میں تبدیل و تنسیخ کے لیے اقدام کرنا گویا کہ مسلمانوں کو ان کے بنیادی حق سے محروم کرنا اور آئین ہند کی کھلی مخالفت کرکے مسلمانوں کے دینی و مذہبی، ایمانی و اسلامی جذبے کو ٹھیس پہنچانا ہے۔

یکساں شہری قانون

یونیفارم سول کوڈ (Uniform Civil Code)، یکساں سِول کوڈ، کامن سول کوڈ یا یکساں شہری قانون آج ہمارے ملک ہندوستان میں زیر بحث ہے۔

یونیفارم سِوِل کوڈ ابھی تجاویز کے مراحل کا مسافر ہے۔ یہ

بذات خود تو کوئی قانون نہیں ہے لیکن ایک ایسے قانون کی تدوین کے لیے راہ ہموار کر رہا ہے جس کے تحت ہندوستان کے تمام عائلی مسلم قوانین کو ختم کرنا مقصود ہے جن کے ماخذ قرآن و حدیث اور فقہ ہیں۔ جمہورِ ہند کے دستور کے آرٹیکل ''5'' تا ''19'' کے تحت ذکر کیے گیے تمام اختیارات کو غیر دستوری قرار دیتے ہوئے ان پر عمل آوری کو تعزیری جرم قرار دیا جائے گا۔ مذہب مہذب کے اسلامی قوانین جو نکاح وطلاق، مہر و وراثت اور ترکہ و وقف وغیرہ سے متعلق ہیں جن کو عائلی قوانین کہا جاتا ہے انھیں کے مجموعے کا نام مسلم پرسنل لا ہے جس کی بقا و حفاظت کے لیے ''قانون تحفظ مسلم شریعت'' (Shariat Appliction Act 1937) میں پاس کیا اور اس کو آئین ہند کا حصہ بنا دیا گیا۔ 1938ء میں ہری پور میں کانگریس نے اعلان کیا: ''اکثریت کی طرف سے مسلم پرسنل لا میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔''

یونیفارم سول کوڈ یہ ہے کہ مملکت ہندوستان کے سارے علاقوں میں تمام شہریوں کے لیے یکساں قانون ترتیب دے۔ دستورِ ہند نے آرٹیکل (37) کے ذریعہ یہ بھی واضح کیا ہے کہ اس حصہ میں درج رہنما اصول کورٹ کے ذریعہ قابل نفاذ نہیں ہوں گے، یعنی یہ نہیں ہوگا کہ کوئی شخص کورٹ سے یہ حکم یا ہدایت حاصل کر لے کہ فلاں اصول کو نافذ کیا جائے یا اس کی تعمیل کی جائے۔

دستور کے رہنما اصول (Directive Principle) کی دفعہ 44 میں یہ کہا گیا ہے:

''ریاست کوشش کرے گی کہ پورے ملک میں شہریوں کے لیے یکساں شہری قانون نافذ ہو''۔

پارلیمنٹ میں جب مذکورہ دفعہ کو پڑھا گیا تو اس پر طویل بحث چھڑ گئی، مسلم ارکان پارلیمنٹ نے اس دفعہ میں اضافہ و ترمیم کا مطالبہ کیا اور متعدد ترمیمیں پیش کیں جن کو ڈاکٹر امبیڈکر نے یہ کہہ کر خاموش کرنے کی کوشش کی:

''یہ محض حکومت کو اختیار دیا جا رہا ہے، جس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ محض شخصی قوانین کو ختم کر دینا ضروری ہوگا، خواہ ملک کے مسلمان، عیسائی یا کوئی اور فرقہ اس سے کتنا ہی کیوں نہ اختلاف کرے کسی کو یہ خطرہ نہیں ہونا چاہیے کہ صرف اختیار کے مل جانے کی وجہ سے حکومت اس پر عمل کے لیے اصرار کرے گی۔

حکومت کے اختیار عملا ہمیشہ محدود ہوا کرتے ہیں۔ خواہ لفظی طور پر آپ انہیں کتنا ہی لامحدود کر دیں، کیوں کہ حکومت اپنے اختیارات کا استعمال اس طرح نہیں کر سکتی، جس کے نتیجہ میں مسلمان بغاوت پر آمادہ ہو جائیں، اگر کسی وقت حکومت ایسا کرنے کی سوچے تو اسے فاتر العقل کہنا چاہیے۔''

پورے ملک میں مسلمانوں نے ''یونیفارم سول کوڈ'' کے خلاف مورچہ کھول رکھا ہے اور صاف لفظوں میں حکومت کو متنبہ کیا جا چکا ہے کہ ہمارے شرعی معاملات میں دخل نہ دے کیوں کہ یہ دخل اندازی مسلمان کسی بھی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا۔ اب اگر ہمارے ملک کی حکومت ایسے حالات میں بھی ''یونیفارم سول کوڈ'' کو نافذ کرنے پر تلی رہے تو اس کو ڈاکٹر امبیڈکر کے الفاظ میں ''فاتر العقل'' ہی کہا جائے گا۔

سول کوڈ کے پردے میں

ہندوستانی لیڈر ہمارے وطن عزیز ہندوستان کو دن بدن

پستی کی جانب ڈھکیلنے کے لیے کوشاں ہیں۔حکومت کا مطلب ومقصد سول کوڈ کا سہارا لے کر ہندوؤں کے قوانین اور رسم ورواج کو ہندوستان میں بسنے والے تمام افراد پر مسلط کر کے ہندوستان کو ہندو راشٹر بنانے کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانا مقصود ہے۔اس کا اندازہ سابق مرکزی وزیر قانون مسٹر پاٹسکر کے مندرجہ ذیل اس بیان سے لگایا جاسکتا ہے جو انہوں نے 1955ء میں ایک سوال (کہ پورے ملک میں یونیفارم سول کوڈ کس طرح نافذ کیا جائے گا؟) کے جواب میں ایک پریس کانفرنس میں یوں دیا تھا:

''ہندو قوانین میں جو اصلاحات کی جارہی ہیں وہ مستقبل قریب میں ہندوستان کی تمام آبادی پر نافذ کی جائیں گی اگر ہم ایسا قانون بنانے میں کامیاب ہوگیے جو ہماری پچیاسی (85) فیصد آبادی کے لیے ہو تو باقی آبادی پر اسے نافذ کرنا مشکل نہ ہوگا، اس قانون سے پورے ملک میں یکسانیت پیدا ہوگی۔''

جب ''ہندو پرسنل لا'' کوئی شکل وصورت میں ڈھالنے کی کوشش کی جارہی تھی اس وقت مسٹر پاٹسکر ہی نے 25/اگست 1955ء کو اپنی ریڈیائی تقریر میں یوں کہا تھا:

''ہم نے آئین کے نفاذ (26/جنوری 1950ء) کے بعد اسپیشل میرج ایکٹ (Special marrige act) ہندو میرج ایکٹ (Hindu marrige act) پاس کیے ہیں، اب ہندو قانون وراثت کا مسودہ پارلیمنٹ میں زیر غور ہے، یہ سب ضابطۂ دیوانی کو یکساں بنانے کے اقدامات ہیں۔''

مذکورہ دونوں اقتباسات سے صاف ظاہر ہے کہ یونیفارم سول کوڈ کی آڑ میں کوئی دوسرا کھیل کھیلا جارہا ہے۔ایسا تماشہ برپا کرنے والے لیڈروں اور حکومت کے ذمہ داروں کو پہلے اس بات پر سروے کرانے کی ضرورت ہے کہ مذہبی تعلیم سے دوری کے باوجود بھی مسلمان ابھی اتنا بے حس وحرکت نہیں ہوا ہے کہ اس کے مذہبی نظریات پر ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں پابندی عائد کردی جائے اور وہ خاموشی سے دیکھتا رہے یا چند دن احتجاج ومطالبہ کر کے خاموش ہو جائے بلکہ مسلمان حکومتی ایوانوں میں کھلبلی مچانا بھی اچھی طرح جانتا ہے۔لہذا حکومت ہماری مذہبی آزادی کے بنیادی حق پر بری نظر نہ ڈالے اور ہمیں دستور کے مطابق مکمل مذہبی آزادی کے ساتھ ہی رہنے دیا جائے اسی میں ملک وملت کی بقا اور اس کے فوائد مضمر ہیں۔

کیا ''یونیفارم سول کوڈ'' کا نفاذ ضروری ہے؟

ہمارا ملک سیکولر ہے یہاں کی عدلیہ کا کوئی مذہب نہیں۔سیکولرازم کا یہ مطالبہ تو ہرگز نہیں ہے کہ ہندوستان میں ''یونیفارم سول کوڈ'' کو لازمی طور پر نافذ ہی کیا جائے، نہ سیکولرازم کا یہ مفہوم ہے کہ ریاست کے چپے چپے سے مذہبیت کے تمام نقوش ورجحانات کو محو کردیا جائے، سماج سے مذہبی روایات اور افراد کے دلوں سے مذہبی تعلیمات کو کھرچ کھرچ کر مٹا دیا جائے۔سیکولر ریاست کا مطلب صرف یہ ہے کہ حکومت کا کوئی مذہب نہیں ہوگا، وہ کسی مذہب کی طرف دار نہیں ہوگی، کسی مذہب کے ماننے یا نہ ماننے کی وجہ سے کوئی امتیاز نہیں برتا جائے گا۔ہر فرد کو مذہب کے قبول کرنے کی آزادی ہوگی، یہ مفہوم دستور ہند سے واضح ہوتا ہے اور اسی مفہوم کے پیش نظر یہاں قوانین بنائے گیے ہیں اس کے بعد یہ سوال نہیں اٹھتا کہ سیکولر ازم کا لازمی تقاضہ ''یونیفارم سول کوڈ'' ہے۔

یونیفارم سول کوڈ کی بحث چھیڑنا سنگھ اور آر ایس ایس کی

سوچی سمجھی سازش ہے اس مسئلہ کو زیر بحث لاکر ہندوستانی عوام کے ساتھ ظاہرا ہمدردی کا اظہار ہے حقیقت میں ان ضروری باتوں سے پردہ پوشی کرنا مقصود ہے جن کے حل کے لیے گورنمینٹ کوئی پختہ لائحۂ عمل ابھی تک تیار نہیں کرسکی ہے۔طلاق ثلاثہ کے مسئلہ کو اچھال کر لیڈران اپنی سیاسی زمین کو ہموار کرنے کی ناکام کوشش کررہے ہیں۔

ذرا انصاف کی نظر سے ٹھنڈے دل سے سوچیے! غور وفکر کیجیے! کیا صرف مسلم خواتین ہی ہر قسم کے مظالم کی شکار ہیں، کیا دوسری قوموں کی خواتین کے ساتھ کوئی ظلم وزیادتی نہیں ہورہی ہے؟ کیا دنیا کی کسی دوسری قوم میں خاتون کو مہر دیے جانے کا انتظام ہے؟ ہندوستانی حکومت نے عورتوں کی ہمدردی کے لیے مہر کی طرح کون سا قانون پاس کیا؟ اس تعلق سے پارلیمنٹ میں کیا اور کب بحث کی گئی؟ اس وقت ہماری حکومت کی طرف سے تین طلاق کے معاملے کو اس طرح اچھالا گیا ہے جس سے ایسا لگتا ہے کہ ہندوستانی حکومت کے لیے سب سے بڑی پریشانی اور سب سے خطرناک چیلنج ہندوستانی مسلمان عورتوں کو ملنے والی طلاق ہے۔ اس معاملے کو سیاسی فقیروں نے اتنا بھاری بنا دیا ہے کہ اب اس کے سامنے ہندوستان کے تمام معاملات بے وزن ہوکر دب سے گیے ہیں۔جب کہ حقیقت حال یہ ہے کہ ہمارے ملک کے لوگ بہت سی پریشانیوں میں گرفتار ہیں ان کا کوئی اچھا حل تلاش کرنے میں ہماری حکومت ناکام ہے۔

اندازے کے مطابق دنیا میں ہر چالیس(40) سکنڈ میں ایک انسان خودکشی کرکے مرتا ہے۔قومی جرائم ریکارڈ ایجنسی (National Crime Records Beureau) کی رپورٹ کے مطابق صرف ہندوستان میں ہر چار(4) منٹ میں ایک انسان خودکشی کررہا ہے۔ پھانسی، زہر اور بندوق وغیرہ کے ذریعہ ہر سال تقریبا آٹھ لاکھ (8,00,000)سے دس لاکھ(10,00,000) تک لوگ خودکشی کرکے مرتے ہیں۔خودکشی کرنے والوں میں مردوں کے مقابلے عورتوں کی تعداد تین گنا زیادہ ہے۔

عالمی پیمانے پر تقابل کیا جائے تو صرف ہمارے ملک ہندوستان میں اکیس(21) فیصد لوگ خودکشی کرتے ہیں باقی پوری دنیا میں خودکشی کرنے والوں کی تعداد اناسی(79)فیصد ہے۔ہمارے پیارے ملک ہندوستان میں روزانہ تقریبا سات سو سات(707) لوگ خودکشی کرکے اپنی قیمتی اور انمول جانوں کو ضائع کردیتے ہیں۔کیا کبھی حکومت نے ان کے روک تھام کے لیے کوئی مثبت اور ٹھوس قدم اٹھایا؟

این،سی،آر،بی (نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو National Crime Records Beureau) کی رپورٹ کے مطابق سال 2014ء میں تقریبا 60,000 شادی شدہ مردوں اور 27,000 عورتوں نے خودکشی کی۔طلاق کے بعد 550 مردوں اور 410 عورتوں نے خودکشی کی ہے۔کیا حکومت نے اس پر غور کیا کہ طلاق کے بعد مرنے والوں کی تعداد عورتوں کی زیادہ ہے یا مردوں کی؟ اگر تعداد مردوں کی زیادہ ہے تو حکومت نے اس کے حل کے لیے کیا مثبت قدم اٹھایا اور کیا تدبیریں کیں؟ کب اس کو سیاسی لیڈروں نے موضوعِ بحث بنایا؟

خودکشی کے اسباب

اس سے بڑا اور ظلم کیا ہوگا کہ انسان خودکشی کرنے کے

لیے مجبور ہو جائے حکومت کو چاہیے کہ وہ پہلے ایسے ظلم اور زیادتیوں کی روک تھام کرے کہ جن کی وجہ سے انسان برداشت کی تمام سرحدوں کو پار کر کے موت کو گلے لگا لیتا ہے۔ خودکشی کے اسباب پر غور وفکر کیا جائے اور ان کو دور کرنے کی حتی الامکان کوشش کی جائے اس کے لیے کوئی ٹھوس لائحۂ عمل تیار کیا جائے۔

ملک میں کسانوں کے ساتھ ظلم

2013ء کے سروے کے مطابق ہر ایک کسان پریوار پر تقریبا سیتالیس ہزار (47,000) روپیے قرض ہے۔ اکتالیس (41) فیصد کسانوں کے پریواروں کے پاس وی پی ایل یا اس سے نچلے درجہ کے کارڈ ہیں اور چوالیس (44) فیصد کسان پریواروں کے پاس منریگا کارڈ ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک کے کسانوں کی اکثریت غریبی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ اندازے کے مطابق گاؤں کی آبادیوں میں خودکشی کرنے والوں میں ستر (70) فیصد کسان پریوار والے ہوتے ہیں۔ یعنی گاؤں میں نوے ہزار پانچ سو چھیاسی (90,586) افراد جو خودکشی کرنے والے ہیں ان میں سے ستر (70) فیصد یعنی تریسٹھ ہزار چار سو دس (63,400) لوگوں کی خودکشی کے معاملات کسانوں سے متعلق ہیں۔ اس اعتبار سے ہندوستان کے گاؤں میں کسانوں کے گھر روزانہ ایک سو چوہتر (174) اور ایک گھنٹے میں سات (7) لوگ خودکشی کرتے ہیں اور یہ حالات کسی ایک صوبے کے نہیں ہیں بلکہ پورے ملک میں ہی ایسے حالات پیدا ہو چکے ہیں۔

کسان وہ قوم ہے کہ جن کا احسان ہر قسم کے پیشہ والوں پر ہے، کسان اپنے خون پسینے کو بہا کر، گرمی کے موسم میں گرمی کی شدت کو برداشت کر کے، جاڑوں میں سردی کو سہ کر، رات دن ایک کر کے اناج اور غلہ پیدا کرتا ہے۔ ہمارے ملک میں ان کے ساتھ بھی دھاندلی کی جاتی ہے۔ ایک طرف ان کے اناج وغلہ کی خریداری کے لیے سینٹر قائم کیے جاتے ہیں دوسری جانب ان سینٹرز پر غلہ کی خریداری کو روک کر حکومتی لیڈروں کے نمائندے غلہ واناج خریدنے کے لیے نکل پڑتے ہیں اب مجبوراً کسانوں کو اپنی خون پسینے کی کمائی اونے پونے دام میں بیچنی پڑتی ہے کیوں کہ گورنمنٹ نے جو ریٹ متعین کیا ہے اس کو حاصل کرنے کے لیے ان کو رکنا پڑے گا اور قرضہ وغیرہ کی مجبوریوں کی وجہ سے کسان اب مزید رکنے کی حیثیت میں نہیں ہوتا ہے۔

عورتوں پر ظلم وزیادتی

ہندوستانی عورت گھر سے لے کر آفس تک کہاں محفوظ ہے؟ گھروں میں کبھی وہ باپ کی ہوس کا شکار بن رہی ہے کبھی بھائی اور چچا کی گندی نظروں کے تیر اس کو گھائل کرتے ہیں۔ گھر سے باہر جب سروس کے لیے جاتی ہے منیجر وآپریٹر سے لے کر دیگر سروس پارٹنرز کے لیے وہ کھیلنے کا سامان ہوتی ہے۔ جب مندر میں پہنچتی ہے تو وہاں آسارام، بابا رام پال اور سوامی نتیانند کی طرح بہت سے شیاطین موجود ہوتے ہیں جو اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کرنے سے نہیں چوکتے۔

بے روزگاری اور بھک مری

دوسرے ممالک کو بطور امداد ہماری حکومت ہزاروں کروڑ تک دے دیتی ہے لیکن اپنے ملک کی عوام کے لیے کوئی ٹھوس انتظامات نہیں کیے جاتے دوسرے طبقے کے لوگوں کو چھوڑ یئے صرف

گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ کو دیکھیے کتنوں کو روزگار ملتا ہے اور کتنے بے روزگاری و بھک مری کا شکار ہوتے ہیں۔ایسے لوگ چوری کرتے ہیں، ڈکیتی ڈالتے ہیں اور پیسوں کے حصول کے لیے دوسروں کی جانوں کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔اگر گورنمنٹ کی طرف سے ان کی بے روزگاری کو دور کرنے کے لیے کوئی ٹھوس قدم اٹھایا گیا ہوتا تو ہمارے ملک میں چوری، ڈکیتی اور قتل و غارت گری کی اتنی وارداتیں ہرگز نہ ہوتیں۔اور بے روزگاری میں بھی بہت سی کمیاں ہو چکی ہوتیں۔

جہیز کی مانگ

ہر گھنٹے میں ایک عورت کو جہیز کی وجہ سے قتل کیا جاتا ہے۔ پچھلے تین سالوں میں چوبیس ہزار سات سو اکہتر (24,771) عورتوں کو جہیز کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے، یہ تعداد ان عورتوں کی ہے جن کی باقاعدہ قانونی اعتبار سے تھانوں میں رپورٹ درج کی گئی ہے۔مہیلا، بال وکاس منتری، مینکا گاندھی نے کہا کہ 2012,2013 اور 2014ء میں جہیز کی وجہ سے ماری گئی عورتوں کی تعداد آٹھ ہزار دو سو تینتیس (8 , 2 3 3)، آٹھ ہزار تراسی (8,083) اور آٹھ ہزار چار سو پچپن (8,455) ہے۔

کوئی بھی اچھی چیز جب تک دائرے اور حدود میں رہے تب تک وہ بہتر ہے جب وہ دائرے سے نکلے اور حدود کو تجاوز کرے تو بہت نفع بخش چیز بھی جان کی دشمن بن جاتی ہے۔عورت کی آزادی کے نام پر عورت کو اس مقام پر پہنچا دیا کہ اب ہر جگہ کام کرنے کے لیے آپ کو عورت ملے گی۔ دکانیں، آفس، فیکٹریاں اور کارخانے وغیرہ کون سی ایسی جگہ ہے کہ جہاں عورت کو داخل کر کے اس کی آبرو کے ساتھ کھلواڑ نہ ہوا ہو۔

پہلے انہیں سیاسی لیڈروں اور سرمایہ داروں نے دکھا دکھا کر جہیز دینا شروع کیا، جس کی وجہ سے ملک میں جہیز کا رواج عام ہوتا گیا، اب ہر غریب اور امیر کو اپنی بیٹی کی شادی کے خواب کو دیکھنے کے لیے بہت سے جہیز کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔جس کی کئی لڑکیاں ہوتی ہیں تو وہ انہیں کی فکر میں گھٹتا رہتا ہے اور بہت سے لوگوں کے دلوں کی دھڑکنیں تک اس خوف سے ختم ہو جاتی ہیں کہ وہ جہیز کا انتظام کہاں سے کریں گے۔جہیز کی مانگ ملک میں اس قدر بڑھ چکی ہے کہ بہت سی لڑکیوں پر بڑھاپا صرف اس وجہ سے آجاتا ہے کہ ان کے والدین مروجہ جہیز کا انتظام نہیں کر سکتے۔

زنا بالجبر

زنا بالجبر کے معاملہ میں عالمی پیمانے پر اگر ہندوستان کو دیکھا جائے تو وہ ممالک جن میں سب سے زیادہ زنا بالجبر کی واردات ہوتی ہیں ان میں اس کو چوتھا مقام حاصل ہے۔این سی آر بی (نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو) کی رپورٹ کے مطابق سال 2013ء میں ملک بھر میں تقریباً چوبیس ہزار نو سو تیئیس (24923) معاملات زنا بالجبر کے وہ ہیں جو درج کیے گیے ہیں۔

جب بھی آپ اخبار کو دیکھیں تو ملک کے کئی حصوں کی ایسی خبریں آپ کو ضرور ملیں گی کہ جن میں عورت کی اجتماعی یا انفرادی آبروریزی کا ذکر ہوگا۔یہاں تک کہ تین چار سالہ بچیاں تک ہوس کے پجاریوں سے محفوظ نہیں ہیں۔

جہالت

یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ ان پڑھ یا کم پڑھے لکھے

لوگ بغیر غور وفکر کیے ہوئے خودکشی کر لیتے ہیں اور تجربات بھی یہی بتاتے ہیں ہندوستان میں 2004ء کے سروے کے مطابق خودکشی کرنے والے لوگوں میں سے نوے(90) فیصد وہ لوگ تھے جو یا تو بالکل ان پڑھ یا کم (دسویں تک) پڑھے لکھے تھے، پڑھے لکھے صرف چھ(6) فیصد تھے۔

ہمارے ملک کے تعلیمی اداروں کے حالات کسی پر پوشیدہ نہیں ہیں کچھ ادارے وہ ہوتے ہیں کہ جن میں سیاسی لیڈر اور سرمایہ دار ہی اپنے بچوں کو پڑھا سکتے ہیں، یہ ادارے حکومت کے قائم کردہ نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان کی باگ ڈور حکومت سے الگ کسی اور کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ ایسے اداروں میں تو تعلیم پر دھیان دیا جاتا ہے لیکن ان میں اتنی زیادہ فیس ہوتی ہے کہ غریب تو دور کی بات متوسط درجہ کا انسان بھی اپنے بچوں کو نہیں پڑھا سکتا۔ دوسرے وہ ادارے ہوتے ہیں جن کی باگ ڈور حکومت کے ہاتھ میں ہوتی ہے لیکن ان میں پڑھانے والے اکثر نااہل اور غیر ذمہ دار ہوتے ہیں جو صرف برائے نام خانہ پری کے لیے جاتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو خانہ پری کے لیے بھی نہیں جانا پڑتا ہے۔ ایسے حالات میں کیا تعلیمی ترقی ہو سکتی ہے اور کیسے ہندوستان کے باشندے تعلیم یافتہ ہو سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ بہت سی چیزیں ہیں جن کی اصلاح کے لیے حکومت کو فوری اقدامات کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ ان مذکورہ باتوں پر عدلیہ اور حکومت کو غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کے حل کے لیے جلد سے جلد کوئی ٹھوس اور مثبت قدم اٹھایا جائے۔ اگر ہندوستان سے لڑاؤ اور راج کرو، نفرت پھلاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی کو ختم نہ کیا گیا تو یہ ملک کبھی بھی ترقی نہیں کر سکے گا۔ ملک کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ اس ملک کے تمام باشندوں کے ساتھ حکومت یکساں سلوک کرے ذات، پات اور رنگ ونسل کا کھیل کھیلنے والے ملک کے ہرگز وفادار نہیں ہو سکتے بلکہ ایسے لوگ ہمارے ملک کے خوب صورت چہرے پر بدنما داغ ہیں۔

اسلام کے نظام طلاق کی خوبی

ہندوستانیوں کی ازدواجی حالات پر 2011ء کے سروے کے مطابق طلاق شدہ ہندوستانی عورتوں میں اڑسٹھ(68) فیصد ہندو اور تین فیصد سے کچھ زیادہ(3.3) مسلمان ہیں۔ اس سروے میں صرف ان عورتوں کی تعداد ہے جن کو طلاق دے دی گئی ہے ورنہ بہت سی وہ عورتیں ہیں کہ جن کو لٹکا کر رکھا گیا ہے جیسے موجودہ وزیر اعظم کی اہلیہ۔

مذہب مہذب اسلام کے ہر ایک حکم میں ہزاروں حکمتیں ہیں لیکن جس کے دل میں کفر وحسد اور تعصب وشرک موجود ہو تو وہ اس کی خوبیوں کو کیا دیکھے اور کیا اعتراف کرے۔ ہر ایک کا ذوق الگ ہوتا ہے جو جیسے ماحول میں رہتا ہے اس کی طبیعت بھی اسی کی عادی ہوتی ہے مثلاً سمندر اور دریا میں رہنے والے جانوروں کا ذوق یہ ہے کہ اس کو خشکی نہیں بھا سکتی اور خشکی میں رہنے والوں کا ذوق یہ ہے کہ وہ سمندر اور دریا میں زندگی نہیں گزار سکتے جس طرح سے گندگی اور نجاست میں رہنے والے کیڑے مکوڑے صاف ستھرے پانی میں نہیں جی سکتے کیوں کہ وہ ان کی طبیعت کے مطابق نہیں۔ بلاتمثیل اسلام کے نظام طلاق میں ہزاروں خوبیاں ہیں لیکن وہ ان کو نظر نہیں آسکتیں جو برائیوں کے عادی ہو چکے ہوں۔

تجلیاتِ نعت

سلامت دل میں رکھا ہے نبی کے پیار کو میں نے

از: ڈاکٹر وصی مکرانی واجدیؔ، نیپال

بلند اپنا کیا ہے دہر میں اقدار کو میں نے
زہے قسمت یہ دل دے کر شہِ ابرار کو میں نے

تری توصیف کے نغمات لکھ لکھ کر محبت سے
کیا ہے شاعری میں معتبر اشعار کو میں نے

مسیحائی کیا کرتے ہیں وہ بیمار ذہنوں کی
یہ کرتے دیکھا تیرے عشق کے بیمار کو میں نے

کمی تو کچھ نہ کچھ ہے میرے ہی شوق محبت میں
نہ دیکھا خواب میں بھی آج تک سرکار کو میں نے

مرے سرکار معطی ہیں وہی دیتے دلاتے ہیں
کبھی بھی گھاس تک ڈالی نہیں اغیار کو میں نے

حضور! حسرت نہیں جاتی بلالو اپنے روضہ پر
بہت کاغذ پہ دیکھا گنبد و مینار کو میں نے

مری بخشش کے بارے میں ارے کیا پوچھنا مجھ سے
وکیل اپنا کیا ہے احمد مختار کو میں نے

نبی کی ہر ادا اشعار کے سانچے میں ڈھل جائے
بلند رکھا ہے اپنی وسعت افکار کو میں نے

کرم فرماتے ہیں آقا وصیؔ میں نعت کہتا ہوں
سلامت دل میں رکھا ہے نبی کے پیار کو میں نے

منقبت در شانِ اعلیٰ حضرت

از:۔ شفیقؔ رائے پوری

کرامت ہی بتاتی ہے بریلی اعلیٰ حضرت کی
مقابل باطلوں کے، ذات اکیلی اعلیٰ حضرت کی

سراپا عشق آلِ احمد مختار کہہ لیجئے
سمجھنا ہے بہت آساں پہیلی اعلیٰ حضرت کی

ہوا ہے پیشوائے دین وملت میری دھرتی پر
یہی تو ناز کرتی ہے بریلی اعلیٰ حضرت کی

مدینے کے لیے رستہ بریلی ہو کے جاتا ہے
عقیدت نے ہماری راہ لے لی اعلیٰ حضرت کی

نہ چھوٹے ہاتھ سے دامن کبھی عشق محمد کا
یہی پیغام دیتی ہے بریلی اعلیٰ حضرت کی

اسی کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے باتیں کیا کرتے
محبت مصطفیٰ کی تھی کمائی اعلیٰ حضرت کی

شفیقؔ آیا نہیں جب نعت پاک مصطفیٰ لکھنا
تو ہم نے یوں کیا کہ راہ لے لی اعلیٰ حضرت کی

نواسۂ اعلیٰ حضرت شہید اللہ خاں نہ رہے

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی نواسوں کے زرّیں سلسلے کی آخری کڑی شہید اللہ خاں عرف رئیس میاں بھی آخرِ کار دار بقا کے مسافر بن گئے

از:-محمد سلیم بریلوی

مؤرخہ ۲۷؍صفر ۱۴۳۸ھ/ ۲۸؍نومبر ۲۰۱۶ء کو یہ دل خراش میسیج بذریعہ وہاٹس ایپ موصول ہوا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے حقیقی نواسوں کے زرّیں سلسلہ کی آخری کڑی محترم عالیجناب حضرت شہید اللہ خاں عرف رئیس میاں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔میسیج پڑھتے ہی زبان پر کلمۂ ترجیع انا لله وانا اليه راجعون۔ پڑھ کر ایصال ثواب کیا اور فوراً ہی یہ خبر حضور صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ النورانی کے گوش گزار کی۔اس خبر کو سنتے ہی حضرت صاحب سجادہ بے انتہا مغموم نظر آنے لگے۔کافی دیر تک کلمۂ ترجیع کے ساتھ ساتھ دعائے مغفرت اور ایصال ثواب بھی کرتے رہے۔پھر مرکز اہل سنت میں ایصال ثواب ،قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کرنے کی ہدایت جاری فرمائی۔

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے دو شہزادے (۱) حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں ،(۲) سرکار مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں اور پانچ شہزادیاں عطا فرمائی تھیں۔ ان پانچوں شہزادیوں میں سب سے چھوٹی شہزادی مرتضائی بیگم تھیں جنہیں اہل خانہ پیار سے ''چھوٹی بنّو'' کہا کرتے تھے۔سرکار اعلیٰ حضرت نے اپنے آخری ایاّم میں اپنی ان چھوٹی شہزادی کا نکاح خود پڑھایا تھا۔آپ کے شوہر کا نام مجید اللہ خاں بن حاجی احمد اللہ خاں تھا۔آپ پرانے شہر کے رئیس اور سات گاؤں کے مالک زمیندار تھے۔

سرکار اعلیٰ حضرت کی انہیں چھوٹی شہزادی کو اللہ رب العزت نے تین بیٹے (۱) شہید اللہ خاں (۲) سعید اللہ خاں (۳) فرید اللہ خاں اور دو بیٹیاں (۱) مجتبائی بیگم (۲) مقتدا بیگم عطا فرمائے تھے۔اس طرح اعلیٰ حضرت کی ان سب سے چھوٹی شہزادی کے پانچ بچے تھے۔اعلیٰ حضرت نے اپنی بیٹی کا نکاح تو خود ہی پڑھایا تھا مگر رخصتی نہ ہو پائی تھی کہ رخصتی سے چند ماہ پہلے سیدی سرکار اعلیٰ حضرت ۱۹۲۱ء میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے اس لیے ۱۹۲۲ء میں سرکار حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ نے اپنی سب سے چھوٹی اور چہیتی ہمشیرہ کی رخصتی نہایت ہی شان وشوکت اور تزک و احتشام کے ساتھ فرمائی۔

آپ کے گلشن حیات میں یوں تو پانچ خوشنما پھول کھلے مگر ان میں سب سے پہلے کھلنے والے پھول کا نام شہید اللہ خاں عرف رئیس میاں تھا۔باپ دادا پرانے شہر کے رئیس تھے۔سات گاؤں کے مالک تھے اللہ رب العزت نے خوب نوازا تھا۔اس لیے جب آپ کی پیدائش ہوئی تو نعمت خداوندی کے اس شکریہ کے طور پر ےرگاؤں میں چراغاں کیا گیا اور خوشیاں منائی گئیں۔

مختصر حالات زندگی: آپ کی تعلیم وتربیت بریلی

شریف ہی میں ہوئی۔ جب عنفوان شباب پر پہنچے تو شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں علیہ الرحمہ کے توسط سے آپ کی شادی پیلی بھیت میں محترمہ انیس فاطمہ صاحبہ سے ہوئی جن کے بطن سے چار بیٹے (۱) نعیم اللہ خاں نوری (۲) محسن رضا خاں (۳) فہیم رضا خاں (۴) عظیم رضا خاں اور چار بیٹیاں (۱) بہار فاطمہ (۲) نگار فاطمہ (۳) وقار فاطمہ (۴) فرح جمال۔ آٹھ بچے تولد ہوئے۔ بیٹوں میں اول الذکر دونوں بیٹے کراچی میں جبکہ فہیم رضا خاں امریکہ اور عظیم رضا خاں جدہ میں سکونت پذیر ہیں۔ بیٹیوں میں بہار فاطمہ کناڈا، اور بقیہ تینوں بیٹیاں کراچی ہی میں سکونت پذیر ہیں۔

چونکہ آپ کا نکاح تقسیم ہند سے کچھ دنوں قبل ہی ہوا تھا کہ اچانک تقسیم ہند کے موقع پر پورے متحدہ ہندوستان میں مسلم مخالف فسادات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور ہر جگہ افراتفری کا راج ہو گیا۔ اسی کی وجہ سے آپ ۱۹۴۸ء میں اپنے دونوں بھائیوں اور دونوں بہنوں کے ہمراہ ہندوستان سے ہجرت کر کے پہلے ڈھاکہ اس کے بعد ''کومیلا'' تشریف لے گئے مگر آپ کو وہاں کے حالات راس نہ آئے اس وجہ سے آبائی وطن کی یاد میں آپ تو اپنے اہل وعیال کے ساتھ پیلی بھیت تشریف لے آئے لیکن آپ کے دونوں بھائی حضرت سعید اللہ خاں، حضرت فرید اللہ خاں اور دونوں بہنیں مجتبائی بیگم و مقتدا بیگم کراچی پاکستان چلے گئے۔ سارے بہن بھائیوں کے ہجرت کر جانے کی وجہ سے آپ کی ساری جائیداد گورنمنٹ کے محکمے کسٹوڈین نے اپنے قبضے میں لے لی۔ اس وجہ سے آپ اپنی سسرال پیلی بھیت میں قیام پذیر ہو گئے۔ مگر بریلی شریف آستانۂ اعلیٰ حضرت پر آپ برابر آتے جاتے رہتے۔ قیام پذیر بھی ہوتے۔ حضور صاحب سجادہ نے بیان کیا کہ میں نے انہیں دیکھا ہے۔ سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس گھر میں سکونت پذیر تھے وہیں آپ تشریف لاتے تھے۔ ایک مرتبہ مجھے دھیان ہے کہ آپ جنگل سے مور کا شکار کر کے بھی لائے تھے۔ الغرض آپ تو ہندوستان آ گئے مگر آپ کے چھوٹے بھائی فرید اللہ خاں پی ڈبلیو ڈی میں ملازمت کرنے لگے۔ ابھی آپ کی شادی بھی نہ ہوئی تھی کہ اسی ملازمت کے دوران داد و سندھ (پاکستان) میں آپ انتقال فرما گئے۔ آپ کے دوسرے بھائی حضرت سعید اللہ خاں تھے۔ نہایت متقی اور پرہیزگار و دیندار شخصیت کے مالک تھے۔ حضرت شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ سے ان کو خلافت حاصل تھی۔ یہ کراچی سے راولپنڈی منتقل ہو گئے تھے۔ راولپنڈی ہی میں آپ نے شادی کی اور ابھی کچھ دنوں قبل ہی شاہ فیصل کالونی میں آپ کا انتقال ہوا۔

حضرت شہید اللہ خان علیہ الرحمہ چونکہ بھائی بہنوں میں سب سے بڑے تھے اور آپ کے سارے بھائی بہن پاکستان ہجرت کر گئے تھے جہاں انہیں اپنے بڑے بھائی کی بہت یاد ستاتی تھی اس لیے اپنے بھائی حضرت سعید اللہ خاں صاحب کے بیحد اصرار کرنے پر ۱۹۷۰ء میں آپ اپنے تمام اہل خانہ کے ساتھ دوبارہ مغربی پاکستان ہجرت کر کے اپنے چھوٹے بھائی حضرت سعید اللہ خاں صاحب کے یہاں راولپنڈی تشریف لے آئے۔ ۱۹۷۵ء تک راولپنڈی ہی میں رہے پھر ۱۹۷۵ء میں کراچی میں مستقل سکونت پذیر ہو گئے۔ اور آخری ایام یعنی ۲۸؍نومبر ۲۰۱۶ء تک یہیں پر زندگی گزارتے رہے۔ ۱۹۹۹ء میں اپنی اہلیہ، اپنے بڑے بیٹے اور اپنی بڑی شہزادی کے ساتھ آپ زیارت حرمین شریف کے لیے تشریف

لے گئے اور اسی درمیان آپ کی اہلیہ محترمہ انیس فاطمہ کا مدینۂ منورہ میں انتقال ہو گیا۔ جہاں جنت البقیع شریف میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدمہائے مبارکہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔ یوں تو آپ کا نام شہید اللہ خاں تھا مگر آپ اپنے عرفی نام رئیس میاں کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔ آپ بہترین شاعر بھی تھے۔ آپ کے رہن سہن میں اپنے خاندانی بزرگوں کی وجاہت اور ننیہالی مشائخ کی روحانیت کا حسین امتزاج پایا جاتا تھا۔ سرکار اعلیٰ حضرت اور دیگر بزرگوں کے آپ کے پاس بہت سے تبرکات بھی تھے۔ جن کی آپ آنے جانے والوں کو زیارت کراتے تھے۔ سرکار اعلیٰ حضرت کے سگے پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں میں آپ ہی اس وقت باحیات تھے۔ لوگ آپ کو دیکھنے کے لیے دور دراز سے آیا کرتے تھے۔ آنے والوں کو آپ اپنے خاندان اور ننیہال یعنی سرکار اعلیٰ حضرت کے تعلق سے بہت کچھ بتایا کرتے تھے۔ افسوس! کہ اعلیٰ حضرت کی یہ ایک اہم نشانی بھی اب ہم سے رخصت ہو گئی۔ مؤرخہ ۲۸ رنومبر کو آپ کا انتقال ہوا۔ مؤرخہ ۲۹ رنومبر کو صبح ساڑھے دس بجے دار العلوم امجدیہ، کراچی میں آپ کی نماز جنازہ مفتی عبد العزیز حنفی صاحب نے پڑھائی۔ ہزاروں عوام وخواص نے شرکت کی۔ ماڈل کالونی ملیر کراچی کے قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ اہل سنت کی مقتدر شخصیات میں سے صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، پروفیسر دلاور خاں، سید ریاست رسول قادری، حاجی عبد اللطیف قادری، حاجی عبد الرزاق تابانی، پروفیسر ڈاکٹر محمد حسن امام، ڈاکٹر ثاقب محمد خاں، افضل حسین نقشبندی، قاضی نور السلام، محمد احمد صدیقی، نوشیر انور صدیقی، وغیرہم نے اپنے غم وافسوس کا اظہار کیا۔ مرکز اہل سنت درگاہ اعلیٰ حضرت پر واقع رضا مسجد میں جامعہ رضویہ منظر اسلام کے اساتذہ اور طلبہ واہل عقیدت وارادت پر مشتمل بڑے پیمانے پر حضور صاحب سجادہ نے ایک تعزیتی محفل کا انعقاد کیا۔ سارے لوگوں نے قرآن خوانی کی۔ نعت ومناقب کے نذرانے پیش کیے گئے۔ مفتی محمد عاقل رضوی صاحب اور راقم الحروف نے حضور صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں صاحب کی موجودگی میں مرحوم کے حالات سے شرکائے محفل کو روشناس کرایا۔ صلوٰۃ وسلام اور حضرت مفتی انور علی صاحب کی دعا پر یہ تعزیتی محفل اختتار پذیر ہوئی۔

☆

ہدایت نگر پیلی بھیت میں سالانہ عرس اعلیٰ حضرت و آل انڈیا مفتیٔ اعظم ہند کانفرنس

از:- رضائے رسول امانتی پیلی بھیتی، متعلم جامعہ رضویہ منظر اسلام

۲۷/۲۸ ر اکتوبر ۲۰۱۶ء جمعرات جمعہ کو سرچشمۂ ہدایت الجامعۃ الرضویہ مدینۃ الاسلام ہدایت نگر پیلی بھیت شریف یوپی میں سالانہ عرس اعلیٰ حضرت وآل انڈیا مفتی اعظم ہند کانفرنس، عرس شمس الفیوض حضرت الحاج محمد ہدایت رسول صاحب، عرس محدثِ پیلی بھیت فاضل مصر علامہ مفتی کرامت رسول نوری میاں ازہری صاحب، وجشن دستار بندی بڑے ہی تزک واحتشام کے ساتھ منایا گیا ۲۷ ر اکتوبر کو ہندوستان کے کثیر شعرائے کرام نے شرکت فرمائی۔ اور مصرع طرح پر طبع آزمائی فرمائی۔

مصرع طرح تھا۔ کبھی تو ہاتھ آجائے گا دامن انکی رحمت کا

۲۸/ اکتوبر کو بعد نماز عشاء آل انڈیا حضور مفتی اعظم ہند کانفرنس واعراس وجشن کا پروگرام منعقد ہوا۔ کانفرنس کا آغاز مولانا قاری شریف احمد رضوی بریلوی نے تلاوت کلام ربانی سے کیا۔ حافظ قاری رضائے رسول امانتی، مدرس مدینۃ الاسلام حافظ رجب علی امانتی، حافظ حسام الدین مدرس مدینۃ الاسلام، قاری شان رضا بریلوی، عابد رضا رامپوری، صوفی فتح محمد ممبئی، دولت رسول خاں امانتی، محمد اعظم امانتی رودرپوری، مناظر بدایونی، حافظ شاہد کھمریا، قاری حامد امانتی، فاروق مدنا پوری، محشر بریلوی، عثمان ہارونی، اصغر ثاقب الہٰ آبادی نے نعت ومناقب نرالے انداز میں پڑھ کر سامعین کو مسرور فرمایا۔ شیر بیشۂ اہل سنت خلیفۂ اعلیٰحضرت علامہ ہدایت رسول رامپوری کے نبیرہ صوفی سید بلاغت رسول صاحب ممبئی، مولانا محبوب رضا تلسی پوری، مولوی داؤد عباس جیت پوری، مولانا محمد عارف ادیپوری، مولوی علی احمد مدرس عزیز العلوم نانپارہ، مولانا عارف مصباحی غازی آباد نے اپنے بیانات سے حاضرین کو محظوظ کیا۔

مولوی عاشق رضا امانتی مدنا پوری ثم مدنی، مدینے پاک سے آئے ہوئے مولانا رفیع الدین صاحب، مولانا احمد رضا منظری نے مشائخ مارہرہ سرپرست کانفرنس وجشن خصوصاً حضور امین ملت تاجدار مارہرہ کی شان وعظمت اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عترت پر آیاتِ قرآنی سے روشنی ڈالی۔ بعدہٗ حضور برکاتی دولھا سیدی حضور امین ملت علامہ پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں صاحب سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے سیکڑوں علما ومشائخ مفتیان کرام کی موجودگی میں امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح مجمع سے خطاب فرمایا اور ۶۶/ تولہ چاندی کا گنبد اعلیٰ حضرت مُجدّدِ دِماَ ۃ حاضرہ مفتی اعظم ہند (ایوارڈ) اپنی جانب سے امانتِ مسلکِ اعلیٰحضرت مولانا قاری محمد امانت رسول رضوی کو عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ دس ملکوں کے پانچ سو علماء نے قاری امانت رسول صاحب کی لکھی ہوئی تصنیف ''علماء ومشائخ عالم کی نظر میں پندرہویں صدی کا مجدد'' پر تصدیق فرمائی اور دنیا بھر کے علماء کو جمع کیا علماء نے فیصلہ کیا حضور مفتی اعظم ہند پندرہویں صدی کے مجدد ہیں اس میں پہل کرنے کا سہرا امانتِ اعلیٰ حضرت کے سر رہا۔ لہٰذا اس عظیم کارنامہ پر مُجدّد دِماَ ۃ حاضرہ مفتی اعظم ہند (ایوارڈ) خانقاہ برکاتیہ کی طرف سے سید محمد امین برکاتی پیش کرتا ہے بعدہٗ امانتِ اعلیٰ حضرت کی لکھی ہوئی دو تصنیفات ''علماء مشائخ عالم کی نظر میں پندرہویں صدی کا مجدد'' اور ''سوانح غوث الثقلین'' کا حضور امین ملت نے اجراء فرمایا۔ اور مدینۃ الاسلام سے فارغ ہونے والے طلبہ کی دستار بندی بھی فرمائی۔ حضور امین ملت نے صلاۃ والسلام کے بعد ملک وملت کے لئے مخصوص دعا فرمائی۔

شہزادۂ حضور امین ملت مخدوم ملت حضرت مولانا سید شاہ محمد امان میاں صاحب ولی عہد خانقاہ برکاتیہ مارہرہ، حضرت سید قمر میاں بلگرامی حضرت سید راشد میاں صاحب بلگرامی حضرت سید محمد اسلم صاحب برادر حضرت سید شاہ حسین میاں صاحب سجادہ نشین خانقاہ واحدیہ بلگرام شریف حضرت سید عبدالعزیز میاں صاحب سجادہ نشین خانقاہ بھٹپورہ شریف حضرت حافظ عبد الحفیظ میاں صاحب برادر حضرت شاہ منے میاں سجادہ نشین خانقاہ حضور شاہجی میاں صاحب۔ مولانا نسیم مصباحی بہیڑوی مولانا ذاکر نعیمی مرادآبادی مولانا غلام نبی رامپوری مولانا سعید اختر بھوجپوری مفتی محمد عمران حنفی مولانا سید مقیم الرحمٰن بلاسپوری علامہ سخاوت حسین مرادآبادی مولانا فیض النبی قاری شریف احمد رضوی مدرس جامعۃ الرضا، مفتی شعبان مدرس مدرسہ غوثیہ مولانا رئیس احمد نیوریا مولانا غلام نبیہ احمد بریلوی، مدرس مدینۃ الاسلام مولانا انیس بریلوی مولانا حبیب احمد مدرس گلشن فاطمہ مولانا اکرام ایانتی کوٹہ نے بھی اپنی تقریروں سے سامعین کو نوازا۔ قاری ناظر رضا حسینی نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔

عید میلاد النبی کے موقع پر حضور صاحب سجادہ کا ایک اہم پیغام

بارہویں شریف کا چاند جیسے ہی افق عالم پر طلوع ہوتا ہے ویسے ہی ہر طرف چراغاں ہی چراغاں ہونے لگتا ہے، عقیدتیں انگڑائیاں لینے لگتی ہیں، محبتیں جلا پانے لگتی ہیں، ہر طرف پیدائش مولی کی دھومیں مچنے لگتی ہیں، گلستانِ عشق وعرفان میں خوشنما گل وغنچہ کھلنے لگتے ہیں، ہر گھر اور ہر بستی انوار ورحمت کی آغوش میں آجاتی ہے، ہر طرف نور کی برکھا برسنے لگتی ہے اور ہر عاشق نبی نور کی سرکار سے امام احمد رضا کی زبان میں یوں صدقہ کی بھیک مانگتا ہے

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا ☆ نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

اس کائنات ہستی کے ہر گل و بوٹے کو سرکار کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے صدقے وجود کا پیرہن نصیب ہوا اس لئے اس موقع پر خوشیاں منانا، چراغاں کرنا، دھومیں ڈالنا اور جلسہ وجلوس کے ذریعہ اپنے عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ثبوت دینا ایک فطری امر ہے۔ لہذا تمام احباب اہلسنت سے پُر خلوص گزارش ہے کہ ”عید میلاد النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم“ کے موقع پر اپنی بستیوں، دوکانوں، مکانوں، گلیوں، محلوں، کوچوں، مارکیٹوں، مدرسوں، قبرستانوں اور مسجدوں میں سجاوٹ اور چراغاں کریں محفل میلاد کا انعقاد کریں، شرعی حدود میں رہ کر جگہ جگہ جلوس نکالیں، جلسے منعقد کرائیں، قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کا اہتمام فرمائیں، دوست واحباب اور پڑوسیوں کو مبارک بادیاں پیش کریں، غریبوں کی امداد کریں، زیادہ سے زیادہ صدقات وخیرات کریں اور غیر مسلم قوموں کو اپنے نبی مکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور اخلاق عالیہ سے متعارف کراتے ہوئے بدمذہبوں کو سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کا یہ پیغام سنائیں کہ

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولی کی دھوم ☆ مثل فارس نجد کے قلعہ گراتے جائیں گے

فقیر قادری محمد سبحان رضا ”سبحانی“ غفرلہ
خانقاہ عالیہ رضویہ رضا نگر سوداگران بریلی شریف

Monthly "Aala Hazrat" Urdu Magazine
84, Saudagran Street, Bareilly 243003-(U.P.)
Ph.: 2555624, 2575683-(Office)
Fax : 2574627 (0091-581)

R.N.P. NO. 6802/60 N.I.C.
POSTEL REGD. NO. U.P./BR-175/15-17
PUBLISHING DATE : 14th
POSTING DATE : 18th] EVRY ADVANCE MONTH
PAGES : 64 PAGE WITH COVER WEIGHT : 80 GRM

Rs. 20/-
Editor : Mohammad Subhan Raza Khan (Subhani Mian)
January 2017



دعوت خیر

طالبان علوم نبویہ کے قیام وطعام، منظر اسلام کے تمام شعبوں کے عروج وارتقا، دارالافتا کے عمدہ واحسن انتظام، لائبریریوں کی آرائش وزیبائش، ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی مسلسل اشاعت، رضا مسجد کی زیب وزینت، خانقاہ رضویہ کی تب وتاب اورعرس رضوی کے وسیع انتظامات میں دل کھول کر حصہ لیں ۔

Printed Published & Owned by Mohammad Subhan Raza Khan "Subhani Mian" Printed at Raza Barqi Press, Moh. Saudagran Bareilly & Published at Office of Monthly Aala Hazrat 84, Saudagran Street Bareilly (U.P.)